ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں انسان کبھی ناکام نہیں ہو سکتا ہے

اللہ تعالیٰ کا فضل عمیم ایسا ہے کہ وہ ذرا سے عمل کو بھی ضائع نہیں کرتا پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ انسان دنیا میں ظنی اور وہمی باتوں کی طرف تو اس قدر گرویدہ ہو کر محنت کرتا ہے کہ آرام کو بھی اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے اور صرف ایک خشک امید پر کہ شاید کامیاب ہو جاؤں۔ ہزار ہا رنج اور دکھ اٹھاتا ہے، تاجر نفع کی امید پر لاکھوں روپے خرچ کر دیتا ہے مگر یقین اسے بھی نہیں ہوتا کہ ضرور ہی نفع ہوگا۔ اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے کی (جس کے وعدے یقینی اور حتمی ہیں اور جس کی طرف قدم اٹھانے والے کی ذرا سی بھی محنت رائیگاں نہیں جاتی) محنت کبھی اور کسی صورت سے ضائع نہیں جاتی۔۔۔۔ آخر یہ لوگ کیوں نہیں سمجھتے، وہ کیوں نہیں ڈرتے کہ آخر کار ایک دن مرنا ہے۔ کیا وہ دنیا کی ان ناکامیابیوں کو دیکھ کر بھی اس نفع والی تجارت کی فکر میں نہیں لگ سکتے جس میں خسارہ کا نام ونشان تک نہیں اور نفع یقینی ہے۔ زمیندار کس قدر محنت سے کاشتکاری کرتا ہے مگر کون کہہ سکتا ہے کہ اس محنت کا نتیجہ ضرور راحت ہی ہوگا۔۔۔۔ پس یاد رکھو کہ وہ راہ جہاں انسان کبھی ناکام نہیں ہو سکتا وہ اللہ تعالیٰ کی راہ ہے اس کے خلاف دنیا کی شاہراہ ایسی ہیں جہاں قدم قدم پر ٹھوکریں اور ناکامیوں کی چٹانیں ہیں۔

(۳۰ دسمبر ۱۸۹۷ء)

اداریہ

خیر اُمم کہلانے کے مستحق کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقانِ حمید میں اُمت محمدیہ کے متعلق ''خیر اُمة''یعنی بہترین اُمت کے الفاظ استعمال کیے ہیں: ''تم سب سے اچھی جماعت جو لوگوں (کی بھلائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو'' (آل عمران 110:3)۔اس آیت کریمہ میں بہترین امت ہونے کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ لوگوں کی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے کھڑی کی گئی ہے۔یعنی یہ اُمت انسانیت کو مکمل بھلائی سے سرشار کرنے ،معروف کا حکم کرنے اور منکر سے نجات دلوانے کے لئے برپا کی گئی ہے۔دوسرے الفاظ میں بھلائی اور نیکی کی صفات سے متصف ہونے کی وجہ سے یہ خیر اُمت ٹھہرائی گئی ہے۔اگر اُمت اس خیر کی خصوصیت سے عاری ہے تو پھر یہ خیر اُمت کہلانے کی مستحق نہیں۔آج کی دنیا پر نظر ڈالنے سے ہر ایک باہوش اور فہم و فراست رکھنے والا شخص فکر مند ہو جاتا ہے کہ جس اُمت نے دوسروں کو خیر کی دعوت دینی تھی آج وہ اُمت خود ہی خیر کو چھوڑ کر شر اور فساد کے طریق کو اختیار کیے بیٹھی ہے۔کھلے دلائل سے حقائق اور سچائیوں کو منوانے کی بجائے قوم خود پسندی اور انا کی بیماری میں مبتلا ہو چکی ہے۔بحیثیت قوم پوری کی پوری مسلم دنیا محاسبہ سے بے پرواہ دکھائی دیتی ہے۔اسلام تو افراد کو تربیت دینا چاہتا ہے جو دماغ کے دریچے کھول کر انصاف سے کام لیتے ہوئے حقائق اور سچائیوں کو قبول کرنے والے ہوں۔جو اپنی غلطیوں کا اعتراف کریں اور محاسبہ نفس کرتے ہوئے آئندہ کے لئے لائحہ عمل تیار کریں اور فلاح کی جانب گامزن ہوں۔مسلم قوم اگر اپنی کھوئی ہوئی عظمتِ رفتہ اور نعمائے دین و دنیا حاصل کرنا چاہتی ہے تو اسے ہر طرح کے شر و فساد اور منکرات سے نجات حاصل کرتے ہوئے اسی طریق پر قدم مارنا ہوگا جو رحمت اللعالمین ﷺ کا طریق تھا۔کوئی بھی اُمت اسی وقت ہی انسانیت کے حقوق ادا کرنے کی صلاحیت اور قوت سے نوازی جاتی ہے جب اس کے افراد اوصاف حمیدہ سے متصف ہوں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔وہ اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں۔اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔ان پر اللہ رحم کرے گا۔اللہ غالب حکمت والا ہے'' (التوبہ 71:9) اسلام نے خیر اُمت کے امتیازی صفات تو یہ بیان کیے ہیں کہ وہ خیر و بھلائی کی ڈگر پر گامزن ہو۔لوگوں کا بھلا چاہنے والی اور خیر خواہی کرنے والی ہو۔جو لوگوں کو اچھائی کی دعوت دے اور برائیوں سے رُوکے۔جو دنیا میں امن کی دعوت دے،اس کا علم و عمل افادۂ عام اور اصلاح انسانیت کے لئے ہو۔اس اُمت کے افراد خواہ مرد ہوں یا عورتیں وہ ذاتی کردار اور اخلاقی لحاظ سے اعلیٰ صفات سے مزیّن ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور صدق دکھانے والے مرد اور صدق

دکھانے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور بہت یاد کرنے والی عورتیں، ان کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے'' (سورۃ الاحزاب 35:33) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ خیر اُمت کے افراد اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض اور احکامات کی فرمانبرداری کرنے والے ہوں، راست بازی ان کا شیوہ ہو، وہ اللہ کی راہ میں ہر اذیت و پریشانی اور تکلیف کو برداشت کرنے والے ہوں نہ کہ اللہ کے نام پر اذیت و پریشانی اور تکلیف دینے والے۔ حصول تقویٰ اور پرہیز گاری چاہنے کے لئے وہ روزہ رکھیں، برائی و بے حیائی سے اپنی حفاظت کرنے والے ہوں، تزکیہ نفس اور تقویٰ شعاری کے حصول کی کوشش کے ساتھ ساتھ صبح و شام اللہ کے حضور دُعا و تلافیٔ مافات کی کوشش اور گناہ کی بخشش طلب کرنے والے ہوں۔ ان کے علاوہ بھی بہت ساری صفات ہیں جن کا تذکرہ قرآن و حدیث کے اوراق میں جابجا درج ہے جو اللہ تعالیٰ کو خیر اُمت کے افراد کے اندر مطلوب ہیں۔ لیکن خیر اُمت کے افراد کے اندر جو سب سے بڑی خوبی ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ انہیں صرف اپنے سود و زیاں کی پرواہ نہ ہو بلکہ پوری انسانیت کے سود و زیاں کی فکر اِن کو دامن گیر ہو۔ اس خوبی کو نبی رحمتؐ کی زبان اطہر نے یوں بیان کیا ہے کہ: ''خیر الناس من ینفع الناس'' یعنی خیر اُمت کے افراد میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہے'' اور پھر یہ بات قابل غور ہے کہ اس ہمہ گیر بھلائی اور انسان دوستی کو نبی کریم صلعم نے انسانوں تک ہی محدود نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ ''کوئی بھی مسلمان پودا لگاتا یا کاشت کاری کرتا ہے تو اس میں سے جو کچھ پرندہ، انسان یا چوپایا کھا لیتا ہے وہ اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے'' (البخاری)۔ آپؐ مزید فرماتے ہیں ''اگر قیامت قائم ہو رہی ہو اور کسی کے ہاتھ میں پودا ہو اور اتنی مہلت ہو کہ وہ اس پودے کو لگا دے تو اسے پودے کو لگا دینا چاہیے'' (الترمذی)

مختصراً یہ کہ خیر اُمت کے ہر فرد کا عقیدہ اور عمل کی عمارت امن و سلامتی پر استوار ہونی چاہیے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا و آخرت کی سلامتی کو سمیٹ لیتے ہیں اور یہی ہدایت کے راستے پر ہوتے ہیں۔ ''جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا انہی کے لئے امن ہے اور وہ ہدایت پانے والے ہیں'' (الانعام 82:6)

دوسرے الفاظ میں اُمت مسلمہ کا ہر فرد، مرد ہو یا عورت اس کو فرائض کی ادائیگی میں سب سے زیادہ مستعد ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں رسول اکرم صلعم کی حدیث کا ایک ایک لفظ ہم میں سے ہر ایک کو دعوت فکر دیتا ہے: ''ابن عمر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ کو سنا، فرماتے تھے: تم میں سے ہر ایک شخص حاکم ہے اور تم میں سے ہر ایک شخص اور اس سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور مرد اپنے اہل کا حاکم ہے اور اس سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر میں حاکم ہے اور اس سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور نوکر اپنے مالک کے مال پر حاکم ہے اور اس سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (بخاری 11:11)

(م۔ ح۔ د)

☆☆☆☆

خطبہ جمعۃ المبارک

برموقع ''رمضان المبارک'' فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بمقام جامع دارالسلام، مورخہ 09-06-2018 بمطابق 24 رمضان 1439 ہجری

میں نے سورۃ البقرہ کی آیات 183 اور 185 کی تلاوت کی ہے۔ان کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے ان لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم متقی بنو۔'' (آیت 183)

''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اُتارا گیا لوگوں کے لئے ہدایت کی اور حق اور باطل کو الگ کر دینے کی کھلی دلیلیں ہیں''۔(آیت 185)

دوسری آیت پر میں نے پچھلا خطبہ دیا تھا اس پر مزید کچھ بیان کروں گا۔

آج آخری عشرہ کا جمعہ ہے اور چاند کے مطابق ہو بھی سکتا ہے کہ یہ جمعۃ الوداع ہو۔اس میں اللہ تعالیٰ سے برکات کی دعائیں کرتے ہوئے میں شروع کرتا ہوں۔اس عشرہ میں کچھ لوگ اعتکاف بیٹھے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی عبادات اور تمام لوگ جو روزے رکھ رہے ہیں ان سب احباب کی دعاؤں کو قبولیت عطا فرمائے۔آمین

یہ میرا مشاہدہ ہے کہ نماز پڑھانے سے پہلے دعا کی اپیل ہو تو وہ رہ سہ کر چند لوگوں کی صحت یا کچھ لوگوں کی کسی پریشانی کے لئے کی جاتی ہے اور اس کے علاوہ اور دعاؤں کی طرف توجہ کم ہی دلوائی جاتی ہے۔صرف بیماری ہی کی طرف ہمارا دھیان ہوتا ہے کیونکہ لوگ اس کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں اور یہاں پیغام دیا جا رہا ہوتا ہے کہ ان کے لئے دعا کریں۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب کے پچھلے خطبات جن کا میں نے مطالعہ کیا کے حوالہ سے بتا تا چلوں کہ مولانا صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے اور میں بھی یہ سوچتا ہوں کہ دعا صرف جسمانی بیماریوں کے لئے نہیں ہوتی، ذہنی بیماریوں اور خاص طور پر روحانی بیماریوں کے لئے بھی درکار ہوتی ہے۔جن کا علاج کرنے کے لئے اس زمانے کے مسیح موعود آئے۔ان کی مسیحائی کا بھی تقاضہ تھا کہ وہ روحانی بیماریوں کا علاج تجویز کریں۔بیماروں کے لئے ضرور دعائیں جاری رکھیں لیکن جو خاص اہمیت مولانا صاحب نے دی ہے اس میں دین کے لئے دعا کروانا سب سے اہم ہے۔اس وقت دین اسلام اور خاص کر ہماری جماعت کو ہر طرف سے مشکلات ہیں اُس کے لئے دعا کرنا بھی ہمارا فرض بنتا ہے۔بڑے بڑے مسائل کی طرف ضرور ہمیں توجہ دینی چاہیے اور اس حوالہ سے بھی میں کہہ رہا ہوں کہ آج کل رمضان کے دوران جو بھی دعائیں کی جارہی ہیں ان میں بچوں اور گھر والوں کے لئے دعائیں ضرور جاری رکھیں اور صحت کے لئے بھی مگر ضروری ہے کہ ان دعاؤں کو وسیع کر دیا جائے اور ملک، قوم اور جماعت کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔

رمضان کا مقصد:

قرآن کی آیت رمضان کا مقصد خود بتاتی ہے **لعلکم تتقون** ''تا کہ تم تقویٰ اختیار کرسکو'' اس کو تقریباً ہر خطبہ میں پڑھا گیا ہے اور یہی بتایا گیا ہے کہ رمضان کا مقصد تقویٰ ہے اور تقویٰ کو مختلف پہلوؤں سے بیان کیا گیا ہے۔اگر ہم عربی لغت میں دیکھیں تو تقویٰ کے معنی حفاظت کرنے اور نگہداشت کرنے کا جو عمل ہے اس کو کہتے ہیں۔کسی چیز کو نقصان دہ اور تکلیف

وہ چیز سے بچانے کو بھی ہم تقویٰ کہتے ہیں۔اور پھر یہ بھی تقویٰ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے جو احکامات نازل ہوئے جن کے ذریعہ ہم متقی بن سکتے ہیں ان کی نگہداشت کرنا اور ہر وقت کوشش کرنا کہ زندگی کا کوئی ایسا لمحہ نہ ہو جس میں ہم لگ بھگ سات سو احکامات جن کا ذکر ''کشتی نوح'' کے حوالہ سے کہہ رہا ہوں ان سب کی نگہداشت کرنے میں کوتاہی نہ رکھیں۔آج کل اصطلاح 24/7 استعمال ہوتی ہے یعنی چوبیس گھنٹہ ہر دن ہم اس پر عمل کریں۔یہ فرض اللہ نے ہم پر لگایا ہے اور اس مقصد کو بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے کہ ''ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا'' یوں عبدیت کرنا انسان کی تخلیق کا مقصد ہے۔اس کا یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکامات دیئے ہیں ان پر عمل ہر وقت کیا جائے۔بعض تفاسیر میں تقویٰ کا مطلب ''ڈر'' بھی آجاتا ہے اور وہ ڈر یہی ہوتا ہے کہ کہیں اللہ کی بتائی بات کی ہم خلاف ورزی تو نہیں کررہے۔

خدا تعالیٰ نے عبادت کو اولین مقام دیا ہے۔اور عبد ہونا ہر انسان کا فرض بنا دیا ہے۔انسانوں کے علاوہ جنوں کے لئے بھی یہ حکم ہے۔بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ''جن'' کا لفظ انسانوں اور قوموں کے لئے استعمال ہوا ہے۔اور قرآن میں ذکر آتا ہے کہ جنوں نے بھی قرآن سنا اور پھر اپنی قوم کے پاس جا کر بیان کیا۔

قرآن کا پہلا اور اہم حکم:

قرآن شریف میں پہلا حکم ترتیب کے لحاظ سے جو آیا ہے وہ ''**یا ایھا الناس اعبدو ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون** ہے'' (2:21)۔اب غور کریں کہ عبادت پہلا حکم ہے اور یہاں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ خلقکم والذین من قبلکم یعنی ان کا بھی ذکر ہو رہا ہے جو مخاطب ہیں۔جو لوگ اسلام میں پہلے مخاطب ہو چکے وہ بھی اور اسلام آنے کے پہلے جتنے لوگوں کے پاس نبی آئے، صحیفے آئے، کتابیں آئیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے مخاطب کیا۔اور بعد میں آنے والوں کو بھی اور سب مخاطبین کو مقصد تقویٰ حاصل کرنا بتایا۔یعنی دونوں عبادات اور روزہ رکھنے کا مقصد تقویٰ ہی ہے۔دونوں کا مقصد ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی طرح خوشنودی حاصل ہو۔انسان کمزور ہے اس سے کمزوریاں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسا موقع عطا فرمایا کہ جہاں پر مغفرت کے لئے ایک پورا عشرہ رکھ دیا کہ معافیاں مانگو، توبہ کرو، گناہوں کی ندامت کا اظہار کرو اور اس کا الرحمٰن، الرحیم، الکریم، الحلیم، الغفور، الغفار، التواب، الغفور اور الستار ہونا ذہن میں رکھ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں تو اللہ تعالیٰ معاف کرنا پسند فرماتا ہے۔

ہر چیز کی ہدایت اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے:

سورۃ طٰہٰ میں آتا ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے پوچھا کہ ''تم دونوں کا رب کون ہے؟'' اللہ کی جو تعریف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیش کی وہ یہ تھی کہ:

''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی پیدائش عطا کی پھر اسے اپنے کمال کی راہ دکھائی''

اگر ہم سورۃ النحل میں دیکھیں تو شہد کی مکھی کے اوپر ایک پوری سورۃ کا نام رکھا گیا۔اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے شہد کی مکھی کو ہدایت دی اور لفظ وحی استعمال کیا یعنی اس کے اندر میں نے یہ بات رکھ دی کہ اس کا واحد کام یہ ہے کہ وہ پھول سے پھول تک جائے اور خوشبو سونگتی ہوئی پہنچے اور پھر ان میں سے رس نکال کر شہد بنائے۔جس میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہوئی ہے۔یہاں اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کی مثال دے کر اشارہ فرمایا کہ انسان بھی قرآنی آیات میں غور و فکر کرے اور اُس سے جو حاصل ہوگا وہ روحانی بیماری کے لئے شفاء کا باعث بنے گا اور تسکین قلب کا موجب بھی ہوگا۔ذرا سوچیں کہ اتنا چھوٹا سا جاندار جس پر اَن گنت کتابیں لکھی جا چکی ہوں اُس کو بھی اور اُس سے چھوٹے سے چھوٹے جانداروں کو اللہ نے اُن کے مقصد حیات کے مطابق ہدایت دے رکھی ہے تو انسان جس کی زندگی کا مقصد اعلیٰ ترین ہے اُسے ہدایت کے بغیر وہ

قدرِ ہستی کیسے چھوڑ دیتی۔ انسان کی زندگی کا مقصد بہت عظیم ہے اس کو اشرف المخلوقات کا اعزاز عطا ہوا ہے۔ اس کو ایک ذہن اور سوچ عطا فرمائی ہے اور اس کے صحیح یا غلط استعمال پر جزا اور سزا سے آگاہ کر دیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایسا احسن تقویم بنایا ہے کہ وہ اُس کا دوست بن سکتا ہے اور اس کے قریب جا سکتا ہے۔

لفظ انسان کا مفہوم:

انسان جواب دہ ہے، پانی کی لہر جوابدہ نہیں کہ وہ کیوں سونامی بن کر آئی اور لاکھوں لوگ مار کر چلی گئی۔ کتا ذمہ دار نہیں کہ کیوں اس نے کسی کو کاٹ لیا شاید اس کا مالک جوابدہ ہو۔ لیکن انسان اپنے فعل کے لئے جوابدہ ہے اور انسان کے لئے دو کا صیغہ استعمال ہوا ہے جس کا مادہ ا۔ن۔س ہے۔ اس میں اُنس کا لفظ بھی آ جاتا یعنی اللہ اور انسان کے درمیان محبت کا رشتہ لیکن اس کا دوسرا پہلو جسم اور رُوح کا ہے۔ اور جیسے وہ جسم کی نگہداشت کرتا ہے اور چھوٹی سی بیماری کے دوران ایک دم ڈاکٹر کی طرف جاتا ہے۔ اسی طرح رُوح کی نگہداشت بھی کرنی ہے اور اُس کی بیماریوں کے علاج کی طرف بھی فوری توجہ دینی ہے۔ اس کے لئے بھی اللہ نے علاج رکھے ہیں۔ اُن سب نسخوں کا مجموعہ قرآن کریم ہے۔

روحانی ترقی کے مراحل:

اس عمل سے روح پرورش پاتی ہے اور صحت مند کہلاتی ہے اور اس پرورش کے ذریعہ وہ اپنی باغی حالت سے ایسی حالت میں ترقی کرتی ہے جہاں پر وہ فیصلہ کرتے ہوئے تھوڑا پیچھے، تھوڑا آگے ہوتی رہتی ہے اور نفس لوامہ کے مقام سے گزرتے ہوئے خدا کے قریب ہوتی جاتی ہے اور اس مقام کو پاتی ہے جہاں گناہ کرنے کی گنجائش نہ رہے، گناہ کا خیال تک نہ آئے تو پھر وہ نفس مطمئنہ کے مقام پر فائز ہو جاتی ہے۔ اس مقام کو پانے کے لئے بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ اور انسان وہ مقام پا جاتا ہے کہ جہاں علم الیقین یعنی کہ خدا تعالیٰ ہے اور عین الیقین جہاں اس نے اپنی آنکھوں سے مشاہدات مثلاً سچے خواب، کشوف اور رویاء سے خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین پانے سے حق الیقین کو پہنچ جاتا ہے کہ گویا اس نے خدا کو دیکھ لیا۔ اسی لئے مسیح موعودؑ نے فرمایا ”آؤ میرے ساتھ کچھ عرصہ گزارو میں تمہیں خدا دکھاؤں گا“۔ ان سب مراحل کو طے کرنے کے لئے ہدایت درکار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت ہمیشہ سے دی۔ نبی آتے رہے، رسول آتے رہے، کتابیں آتی رہیں، لیکن یہ سلسلہ اب ختم ہو گیا ہے۔ رسول کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہو کر آ گئے اور وحی نبوت آنے کے سلسلے ختم ہو گئے اور اب وہ مقام جس پر اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھنا چاہتا ہے اگر ہم غلط راستے پر چلیں تو اس کی ہدایت کے لئے اولیاء اللہ ہیں، محدث ہیں، اور مجددین ہیں۔ یہ مقام کیسے حاصل ہوتا ہے؟ عمل کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ روزہ رکھنا بھی ایک صالح عمل ہے۔ اس عمل کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے خود ہمیں روزوں کی شکل میں دی ہے۔ جیسے ایک دوائی استعمال کرنے کی ایک معیاد اور وقت مقرر ہوتا ہے۔ اسی طرح روزہ کی معیاد اور وقت مقرر ہے۔

بھوک اور پیاس روزہ کا مقصد نہیں:

بھوک اور پیاس برداشت کرنے سے کیا فائدہ ہے جبکہ خدا بھی یہی کہتا ہے کہ بھوک، پیاس سے روزے کا کوئی اجر نہیں اگر اس کے ساتھ تقویٰ کی نیت نہ ہو۔ جب ہم روزہ رکھ رہے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب میں تقویٰ کا بیج بو دیتا ہے۔ اور اب یہ ہمارا فرض ٹھہرتا ہے کہ ہم اس بیج کی نگہداشت کریں اور اپنے نیک اعمال سے اس کی آبیاری کرتے رہیں۔ جب ہمیں بھوک اور پیاس کی شدت آتی ہے تو ہمارے دل ضرور سوچتے ہیں کہ یہ روزہ ہم نے کیوں رکھا؟ اس لئے رکھا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے اور اس کی خوشنودی اور قربت کا ذریعہ بھی۔

کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صرف یہ حکم دیا ہے کہ روزہ رکھو؟ اس نے تو 700 کے قریب احکامات دیئے ہیں تو کیا صرف یہی حکم ہم نے ماننا ہے یا صرف ایک خاص عبادت کر لینی ہے؟ مقصد یہ ہے کہ اس تربیت سے گزر کر ہم اپنی عادت بنا لیں کہ آئندہ ہم نے نیکیوں کے عمل کو جاری رکھنا ہے۔ یہ نہیں کہ باقی کے گیارہ مہینے بھی روزے رکھتے رہنا ہے۔ لیکن جو ہم نے حاصل کیا سچائی کی

عادت، نظروں پر قابو، زبان پر قابو، ذہن پر قابو، دل پر قابو وغیرہ اس کو ہم نے جاری رکھنا ہے۔ ان کو ہم نے اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہے تاکہ وہ مقام جو حاصل ہو گیا ہے وہ قائم رہے۔

آج کے حالات کو دیکھیں تو دل میں ڈر بھی آتا ہے لیکن اگر ہم اللہ کے بن جائیں تو پھر ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری تسلی کا موجب ہوگا۔

حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کی دردمندانہ اپلیں:

نمازتہجد کے حوالہ سے

8 فروری 1935ء میں حضرت مولانا محمد علیؒ کا جمعہ کا خطبہ جو میری نظروں سے گزرا۔ اس میں انہوں نے اپنی جماعت کو ''درد بھری اپیل'' کی اور اس اپیل کا مفہوم میں یوں بیان کر دیتا ہوں۔ انہوں نے تہجد خوان احباب سے ایک درد بھری اپیل کی۔ یہ تہجد خواں حضرات کون ہیں؟ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو ہیں وہی رہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سب تہجد خواں بن جائیں اور وہ اپیل اپنے اوپر صادر کریں:

''کم از کم چالیس دوست چاہتا ہوں (زیادہ ہو جائیں تو بہت اچھی بات ہے) جو رات کے وقت جب کہ تمام دنیا پر تاریکی چھائی ہوتی ہے اور ساری کائنات خاموش ہوتی ہے مسلسل دعائیں کرنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ ایک قسم کی امداد ہے جس کی درخواست میں اپنے دوستوں سے کرتا ہوں۔''

میرے خیال میں اس میں مولانا صاحب تمام جماعت کو مخاطب اور سب کو دوست کہہ رہے ہیں کہ تمام جماعت تہجد کی عادت ڈالے اور اپنی دعاؤں سے اپنی جماعت کی مدد کرے۔ اور بستر کی نرمی چھوڑ کر سجدے میں پڑ کر اپنی جماعت کی حفاظت کے لئے دعائیں کریں اور جو نکات انہوں نے دعا کے لئے بتائے ہیں وہ ذیل میں یوں ہیں:

(۱): ''اے اللہ تو دیکھتا ہے کہ ہم جو کام کر رہے ہیں تیرے دین کے لئے اور تیرے اور تیرے رسولؐ کا نام بلند کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔ اس میں ہماری کوئی دنیاوی غرض نہیں تو ہمیں اس کام کو انجام دینے کی توفیق اور اس کے لئے سامان عطا فرما۔

(۲): ''اس کام میں جو لوگ ہماری مخالفت کر رہے ہیں ان کو ہدایت اور سمجھ دے۔ دراصل یہ لوگ لاعلمی کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں۔ جس وقت ان پر حقیقت ظاہر ہوگئی۔ اس کے بعد یہ مخالفت جاری نہیں رہ سکتی ہے۔''

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اپنی اس جماعت کو جس کو ہم کہتے ہیں کہ یہ اسلام کے تحفظ کا ذریعہ ہے اور اسلام وہ مذہب ہے جس کے لئے لوگ خون بہایا کرتے تھے۔ جہاد میں خون بہتے تھے اب جہاد دعاؤں کے ذریعہ کرنا ہے اس لئے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دعائیں کریں، اور اس جماعت کو اپنی دعاؤں سے بچانے کی کوشش کریں۔

درس قرآن کے حوالہ سے:

حضرت مولانا صاحب کے ایک دوسرے خطبہ جس کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ 11 اکتوبر 1940ء میں دیا گیا۔ وہ قرآن کریم اور رمضان کے حوالہ سے ہے آپ نے اتنا زور دیا ہے کہ درس قرآن کا اہتمام ساری جماعت میں ہو۔ جہاں پر یہ سہولت نہیں ہے وہاں پر اپنے گھروں میں اپنے بچوں کو قرآن کی کوئی سی آیت پڑھ کر اس کے معنی سمجھا دو، یہی درس کہلائے گا۔ آپؒ کہتے ہیں کہ مولانا نورالدین صاحب نے اس درس کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس سے پہلے درس کا نام و نشان نہیں ہوتا تھا۔ لیکن آج ہر مسجد سے درس کی آوازیں آ رہی ہوتی ہیں۔ میں جماعت کی توجہ دوبارہ اس طرف مبذول کرواتا ہوں کہ ہمارے لئے ضروری ٹھہرتا ہے کہ ہم درس کی طرف خصوصی توجہ دیں اور تمام جماعتیں ملکی اور بیرونی درس کا سلسلہ قائم رکھیں۔ جہاں جماعتیں نہیں ہیں تو اپنے گھرانوں میں درس کا اہتمام کریں۔ اسی میں ہماری بقاء اور ہماری کامیابی کا راز ہے۔ جہاں پہلے سے درسِ قرآن کا سلسلہ جاری ہے وہاں تمام ممبران شامل ہوں اور قرآن پر پیش ہونے والے خیالات سے مستفید ہوں۔

حضرت صاحبؒ کا دُعا کے متعلق ارشاد

دعا کے حوالہ سے میں آپ کی توجہ اس طرف دلوانا چاہتا ہوں کہ یہ عام طور پر کہا جاتا ہے اور درست بھی ہے کہ حضرت صاحبؒ نے کہا ہے کہ "**نماز کے بعد دعا کرنے کی ضرورت نہیں رہنی چاہیے**" ہم نے اس بات کو سمجھنا ہے کہ آپؒ نے یہ کیوں کہا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ نماز خود ایک دعا ہے اس کے سجدوں میں جو چیز مانگنی ہو وہ مانگ لو تا کہ بعد میں ہاتھ اُٹھانے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ افسوس کہ آج ہمارے وہ سجدے نہ رہے، بس صرف کچھ لمحوں کے سجدے دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس میں ہم کیا مانگتے ہوں گے! لہٰذا اپنی نمازوں کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے سجدوں میں مناجات کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ یہ نہ ہو کہ دعاؤں کو نہ سجدوں میں مانگیں نہ بعد میں اور اس طرح دعاؤں سے محروم ہی رہ جائیں۔

میرا پیغام یہ ہے کہ اپنے سجدوں میں اور اپنی نمازوں میں دعاؤں کو دوبارہ لے آئیں۔ یہ دعائیں نہ کرنے کی وجہ ہے کہ ہم مایوسی کے عالم میں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب باتوں کی جو ہم نے سنی ہیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دُعا

اللہ تعالیٰ ہمیں تہجد گزار بنائے۔ گو دنیا کی نظروں میں ہم کمزور ہیں مگر اللہ کی نظروں میں ہم قوی ہیں۔ اللہ ہمیں یقین اور ایمان کی دولت اور اُس پر مکمل بھروسہ عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مولانا محمد علی صاحبؒ کی تہجد اور درس کے سلسلہ پر دی ہوئی ہدایت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

فرمانِ مسیح موعودؑ

"ایسے بنو کہ تمہارا صدق اور وفا اور سوز و گداز آسمان پر پہنچ جاوے۔ خدا تعالیٰ ایسے شخص کی حفاظت کرتا اور اس کو برکت دیتا ہے جس کو دیکھتا ہے کہ اس کا سینہ صدق اور محبت سے بھرا ہوا ہے۔ وہ دلوں پر نظر ڈالتا اور جھانکتا ہے نہ کہ ظاہری قیل و قال پر۔ جس کا دل ہر قسم کے گند اور ناپاکی سے مُعَرّا اور مُبَرّا پاتا ہے، اس میں آ اُترتا ہے اور اپنا گھر بناتا ہے"۔ (ملفوظات جلد سوم)

☆☆☆☆

چوتھی قسط

قرآن مجید میں انبیاءؑ کے حالات

اِن کے ذکر میں عقل والوں کے لئے عبرت ہے(111:12)

حضرت امیر مولانا محمد علیؒ مرحوم ومغفور

جو آیات اس کے بعد آتی ہیں۔ ان سے بھی اس نتیجہ کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ حضرت یوسفؑ کے حالات بطور قصہ کے بیان نہیں کئے گئے۔ بلکہ ان میں عقلمندوں کے لئے سبق ہیں۔ ان آیات میں گذشتہ انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ''ان انبیاءؑ کے بیان میں عقلمندوں کے لئے ایک عبرت ہے'' (111:12)۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضرت یوسفؑ کا بیان بھی اسی غرض سے بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی گذشتہ انبیاءؑ میں سے ایک نبی ہیں۔ مگر پیشتر اس کے کہ میں بیان کروں کہ کون کون سی غیب کی خبریں ہیں جو سورۃ یوسف میں قبل از وقت بیان کی گئیں اور وہ کون کون سی آیات ہیں جن کی طرف اس سورۃ کے ابتداء میں اشارہ کیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ قارئین کی توجہ بعض ان خصوصیات کی طرف پھیروں جو سورۃ یوسف میں پائی جاتی ہیں اور کتاب پیدائش اُن سے خالی ہے۔

پہلی خصوصیت تو وہ الفاظ ہیں۔ جن سے حضرت یوسفؑ کا بیان سورۃ مذکورہ میں شروع کیا گیا ہے: ''یوسفؑ اور آپؑ کے بھائیوں کے حالات میں حق تلاش کرنے والوں کے لئے کئی نشانات ہیں'' (7:12)۔ ان الفاظ کے ذریعہ شروع میں ہی یہ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ یہ حالات قصہ کے رنگ میں بیان نہیں کئے جاتے اور نہ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ آنحضرتؐ پوشیدہ کہانیاں بیان کر سکتے ہیں۔ بلکہ یہ حالات اس وجہ سے بیان کئے جاتے ہیں کہ ان میں حق کے طالبوں کے لئے ایک نہیں بلکہ کئی نشانات ہیں۔ پھر حضرت یوسفؑ کے نام کے ساتھ اِخْـوَتِـہٖ یعنی آپؑ کے بھائیوں کے نام بھی شامل کرنا بلا وجہ نہیں بلکہ اپنے اندر ایک معنی رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ حضرت یوسفؑ اور آپ کے بھائیوں کے حالات میں حق کے طالبوں کے لئے کئی نشانات ہیں۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے جو انباءُ الغیب (غیب کی خبریں) ان حالات کے ذریعہ قبل از وقت بیان کی گئی ہیں۔ وہ صرف اس زمانہ کے یوسف یعنی آنحضرتؐ سے ہی تعلق نہیں رکھتیں بلکہ آپ کے بھائیوں یعنی قریش سے بھی تعلق رکھتی ہیں۔ اس سورۃ کی تیسری آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جن آنے والے واقعات کی اس سورۃ میں خبر دی گئی ہے۔ وہ ایسے پوشیدہ ہیں کہ خود آنحضرتؐ کو ان کی خبر نہ تھی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ''ہم تیرے پر بیان کرتے ہیں۔ بہت اچھی طرح بیان کرتا اس طرح سے کہ وحی کیا ہم نے تیری طرف یہ قرآن اور تُو (ان باتوں سے جن کی اس سورہ میں خبر دی گئی ہے) پہلے بے خبر تھا'' (3:12)۔

قرآنی بیان کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضرت یوسفؑ اور آپؑ کے بھائیوں کے حالات ایسی طرز سے بیان کئے گئے ہیں جس سے خدا تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت کا احساس نہایت ہی محکم طور پر پڑھنے والے کے دل پر بیٹھ جاتا ہے۔ جب حضرت یوسفؑ کو لڑکپن کے زمانہ میں آپؑ کے بھائیوں نے ایک تاریک اور گہرے کنوئیں میں پھینک دیا تو ایسی حالت میں، جبکہ ہر طرف سے ہلاکت ہی ہلاکت نظر آتی تھی، خدا تعالیٰ کا تسلی بخش پیغام آپؑ پر نازل ہوا۔ جس میں ایک عجیب اور عظیم الشان آنے والے واقعہ کی خبر دی گئی اور جو نظارے اور واقعات آئندہ پیش آنے والے تھے۔ ان کے حیرت انگیز خاتمہ سے اس کنوئیں میں گرے ہوئے بچہ کو آگاہی دی گئی۔ اور جو ڈراما اس بچہ کو

پیش آنے والا تھا۔ اس کے آخری سین کا حصہ اس کے سامنے کھینچا گیا۔ وہ کلام الٰہی، جو کنوئیں کی تہہ میں اس بے کس بچہ پر نازل ہوا، وہ یہ تھا: ''تو انہیں ان کے کام کی خبر دے گا اور وہ نہیں جانتے ہوں گے'' (15:12)۔ جب حضرت یوسفؑ کی نسبت اس کے بھائیوں نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اس کو کنوئیں میں پھینک دیا جائے اور اس وقت اس کو اس کے خونخوار بھائیوں کے ہاتھوں سے کوئی چھڑانے والا موجود نہ تھا۔ تو ایسی بے بسی اور بے کسی کی حالت میں اس ویرانہ میں اس بچہ کے کانوں میں ایک تسلی دینے والے کی آواز پہنچی۔ اور وہ آواز یہ تھی کہ اگرچہ اس وقت تیرے باپ کے بیٹے تیرے خونی دشمن ہیں اور وہ غالب اور تو مغلوب نظر آتا ہے۔ مگر بہت سے تغیرات زمانہ کے بعد خدا تعالیٰ ایک ایسا وقت لائے گا کہ یہی تیرے بھائی تیرے حضور پیش ہوں گے اور تو ان سے سوال کرے گا کہ تم نے اپنے بھائی یوسف سے کیا سلوک کیا؟! اور اس وقت تیرا جاہ وجلال اور تیری عظمت اور شان اس قسم کے ہوں گے کہ وہ تجھے نہ پہچان سکیں گے کہ یہ ہمارا بھائی یوسف ہے!

اور قرآن شریف صرف اسی بشارت کا ذکر نہیں کرتا جو بیابان میں کنوئیں کے اندر حضرت یوسفؑ کو دی گئی بلکہ جو کچھ وہ اس کے بعد ذکر کرتا ہے۔ اس میں بھی اس کو ہی دکھلانا مقصود ہے کہ کس طریق اور کس راہ سے خدا تعالیٰ کی یہ عجیب بشارت آخر کار پوری ہوئی۔ چنانچہ اثنائے بیان میں ہر ایک ضروری موقعہ پر قاری کی توجہ اس طرف پھیرتا ہے اور دکھلاتا ہے کہ کن کن پُرحکمت اور لطیف راہوں سے خدا تعالیٰ اپنے ارادوں کو پورا کرتا ہے اور جس شخص کو اس کے بھائیوں نے نابود کرنا چاہا تھا۔ کس طریق سے وہ اس کی مدد کرتا ہے۔ اور جس بے کس انسان کو اس کے بھائیوں نے اپنے وطن سے نکال دیا تھا۔ کن راہوں سے خدا تعالیٰ اس کو ایک غیر ملک میں اجنبی لوگوں کے درمیان عزت بخشتا ہے۔ چنانچہ اس بیان کے بعد کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو اس تاریک اور مہیب کوئیں سے نکال کر مصر میں ایک رئیس کے گھر میں ایک عزت کی جگہ پر پہنچایا، خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ''اسی طرح ہم نے یوسف کو زمین میں جگہ دی تا کہ ہم اس کو باتوں کی حقیقت سمجھائیں اور اللہ تعالیٰ اپنی بات پر قادر ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' (21:12)۔ اسی طرح جب آخر حضرت یوسفؑ ملک مصر میں ایک ہی معزز عہدے پر ممتاز ہوئے تو اس امر کا ذکر کرنے کے بعد بھی خدا تعالیٰ ہماری توجہ کو اپنے کاموں اور اپنی حیرت انگیز قدرتوں کی طرف پھیر کر فرماتا ہے: ''اس طرح ہم نے یوسف کو (جسے بھائیوں نے کوئیں میں پھینک دیا تھا اور جس کو ہم نے مدد کی بشارت دی تھی، زمین میں جگہ دی، اور اس کو اس قسم کی آزادی بخشی) کہ وہ جہاں چاہتا تھا۔ اپنا مقام کرتا۔ جس کو ہم چاہتے ہیں (اسی طرح اپنی رحمت پہنچاتے ہیں اور ہم کسی محسن کا اجر ضائع نہیں کرتے اور آخرت کا اجر مومنوں متقیوں کے لئے اس سے بھی بڑھ کر ہے'' (57-56:12)۔

یہ تو درمیانی مرحلے ہیں۔ جن کو بیان کر کے خدا تعالیٰ ہمیں دکھاتا ہے کہ کن راہوں سے اس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ ان کے بعد خدا تعالیٰ اس رقت آمیز نظارہ کا نقشہ کھینچتا ہے۔ جب کہ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے مصر کے ایک شہزادے کے سامنے کھڑے ہیں اور وہ قحط کی مصیبت میں گرفتار اور قریباً تہید ست اس شہزادے سے یہ التجا کرتے ہیں:

''اے عزیز! ہم اور ہمارے گھر والے قحط کے دکھ میں مبتلا ہیں۔ ہم ایک حقیر پونجی اپنے ساتھ لائے ہیں۔ آپ ہمیں پورا تول مرحمت فرمائیں اور ہم پر خیرات کریں۔ اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو اچھی جزا دیتا ہے'' (88:12) اس پر وہ شاہزادہ خیرات مانگنے والے اجنبیوں سے پوچھتا ہے: ''کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی سے اپنی جہالت کے دنوں میں کیا کیا'' (89:12)۔ اس وقت ان کو معلوم ہوا کہ یہ شاہزادہ، جس سے وہ خیرات مانگ رہے ہیں، یہ تو وہی ان کا چھوٹا بھائی یوسف ہے جس کو انہوں نے کنویں میں پھینکا تھا اور جس کو وہ اس کی شان وشوکت کی جھلک کی وجہ سے اب پہچان نہیں سکے۔ چنانچہ حیرت میں ہو کر پوچھنے لگے: ''کیا آپ یوسف ہیں'' (90:12) اور جب اس شاہزادے نے جواب دیا کہ میں ہی یوسف ہوں۔ اور یہ میرا بھائی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ اور جو شخص تقویٰ کرے اور صبر کرے۔ تو اس کو

ایسا ہی اجر ملتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی محسن کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ تو اس وقت ان بھائیوں نے سخت شرمندگی کے ساتھ اپنے قصور کا اقرار کیا اور کہنے لگے: ''اللہ تعالیٰ کی قسم خدا تعالیٰ نے آپ کو ہم پر ترجیح دی اور ہم خطا کار تھے'' (91:12)۔ مگر اُس رحیم و کریم انسان نے پسند نہ کیا کہ اپنے بھائیوں کو ملامت کر کے اُن کو رنجیدہ خاطر کرے۔ وہ لطف کے ساتھ اُن سے پیش آیا اور اُن کے قصوروں کی معافی دے کر نہایت کرم سے فرمایا: ''آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ خدا تعالیٰ تمہیں معاف کر دے گا۔ وہ سب سے زیادہ رحیم و کریم ہے'' (92:12)۔ اس طرح وہ وعدہ پورا ہوا جو خدا تعالیٰ نے اس بیکس بچے سے نہایت بے کسی کی حالت میں بیابان کے اندر ایک تنہا اور تاریک کوئیں میں کیا تھا۔

اس کے بعد وہ نظارہ ہے جب کہ حضرت یوسفؑ کا باپ اور ماں اور بھائی خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے کہ اس قدر لمبی جدائی کے بعد اور اس قدر تغیرات اور حوادث کے گزرنے کے بعد اُس نے بچھڑے ہوؤں کو پھر ملا دیا اور غم کو خوشی سے بدل دیا۔ زمین پر سجدہ میں گر پڑے۔ اُس وقت حضرت یوسفؑ بول اُٹھے: ''میرے ابا جان! یہ ہے نتیجہ میرے اس رؤیا کا جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ میرے رب نے اس کو سچا کر دیا اور اس نے میرے پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکال لایا اور تمہیں بیابان سے لایا۔ بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا۔ میرا رب جو چاہتا ہے اُس کو لطیف طریق سے پورا کرتا ہے۔ وہ جاننے والا اور حکیم ہے'' (100:12)۔ انہوں نے اپنے باپ حضرت یعقوبؑ کو اپنا وہ خواب یاد دلایا جو بچپن میں انہوں نے دیکھا تھا اور جو سورۃ یوسف کے ابتداء میں مذکور ہے۔ یہ خواب کیسے عجیب طریق کے ساتھ آخر پورا ہوا!

غرض قرآن شریف میں حضرت یوسفؑ کا بیان ایک حیرت انگیز بشارت اور ایک عجیب پیشگوئی کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اور اس بیان کے اثناء میں جا بجا اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے ارادہ کو پورا کیا اور سورہ شریفہ کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بیان کرنے والے کی غرض یہ نہیں کہ صرف ایک کہانی سنائی جائے بلکہ یہ دکھلانا مقصود ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے اس حیرت انگیز کلام کو پورا کیا جو اُس نے بیابان میں کوئیں میں گرے ہوئے بچے پر بالکل بے کسی اور بے بسی کی حالت میں نازل فرمایا تھا۔ مگر پیدائش کی کتاب میں اس قسم کی کوئی غرض مدنظر نہیں۔ بلکہ اس کتاب کے مصنف کی اتنی ہی غرض ہے کہ ایک کہانی کو قلمبند کرے۔ پادری صاحبان اپنے طور پر خواہ کتنے ہی مطالب اس کہانی میں سے اخذ کریں مگر وہ اس کہانی میں کوئی ایک بھی ایسا لفظ نہیں دکھا سکتے جس سے صاف طور پر ظاہر ہو کہ کہانی بیان کرنے والے کی اپنی غرض قصہ گوئی کے سوا کچھ اور تھی۔

ایک اور امر، جس سے صاف طور پر عیاں ہوتا ہے کہ قرآن شریف کی غرض کہانی بیان کرنا نہیں مگر مصنف کتاب پیدائش کی غرض صرف قصہ گوئی ہے، یہ ہے کہ قرآن شریف غیر ضروری تفاصیل کو بغیر بیان کرنے کے چھوڑ دیتا ہے۔ مگر کتاب پیدائش کا مصنف چھوٹی چھوٹی بیہودہ تفاصیل پر بڑا زور دیتا ہے۔ اور نکمی نکمی لچر باتوں کو، جن سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہو، بڑی تفصیل اور تطویل سے بیان کرتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن شریف ایک حکیم کا کلام ہے۔ کیونکہ اس میں لغو اور غیر ضروری تفاصیل سے اعراض کیا ہے۔ اور صرف انہی امور کو خوبصورت اور پیارے پیارے دلربا پیرایہ میں بیان کیا ہے جو اصلی اغراض سے تعلق رکھتے ہیں۔ قارئین اس امر کو مدنظر رکھ کر دونوں جگہ یعنی قرآن شریف میں اور کتاب پیدائش میں حضرت یوسفؑ کے حالات کو پڑھیں۔ تا اُن کو اس فرق بین کا پورا پورا لطف حاصل ہو۔

ایک اور بڑا بھاری فرق، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں حضرت یوسفؑ کے جو حالات بیان کئے گئے ہیں وہ وحی الٰہی کے ہی سرچشمہ سے نکلے ہوئے ہیں اور کتاب پیدائش کا بیان ایک انسان کا کلام ہے جس کو قصہ گوئی کے سوا اور کوئی غرض نہ تھی، یہ ہے کہ سورہ یوسف میں خدا تعالیٰ کے علیم اور خبیر ہونے کا ایک زبردست ثبوت دیا گیا ہے۔ مگر کتاب پیدائش کا بیان اس وصف سے خالی ہے۔ سورہ یوسف کو پڑھو اور تمہیں معلوم ہوگا کہ شروع سے آخر تک

حضرت یعقوبؑ کو اس بات کا یقین ہے کہ میرا بیٹا ابھی زندہ ہے۔ کئی سال گزر گئے۔ حضرت یوسفؑ کا کوئی پتہ ونشان نہیں ملا۔ سب اُس کی زندگی سے مایوس ہو چکے ہیں بلکہ حضرت یعقوبؑ کو اُن کے بیٹے یہ کہہ کر ملامت بھی کرتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کی قسم تو ہمیشہ یوسف کو یاد ہی کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ تو مضمحل ہو جاوے یا (اسی غم میں) گذر جاوے'' (85:12)۔ اس کے جواب میں حضرت یعقوبؑ فرماتے ہیں: ''میں تو اپنی بے قراری اور غم کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مجھے وہ علم دیا گیا ہے جو تمہیں نہیں دیا گیا'' (86:12)۔ ایسا ہی جب حضرت یوسفؑ کے بھائی آپؑ کی قمیض کو بطور نشان کے لئے ہوئے مصر سے روانہ ہوتے ہیں تو ادھر کنعان میں حضرت یعقوبؑ فرماتے ہیں: ''مجھے تو اس وقت یوسف کی خوشبو آ رہی ہے اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ کہو'' (94:12)۔ غرض اول سے آخر تک حضرت یعقوبؑ کو اس بات کا یقین ہے کہ حضرت یوسفؑ زندہ ہیں۔ اور وہ بار بار اپنے اس یقین کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے مجھے وہ علم دیا گیا ہے جو تمہیں نہیں دیا گیا۔ چنانچہ جو علم خدائے تعالیٰ نے آپؑ کو دیا تھا وہ صحیح ثابت ہوا اور جب حضرت یوسفؑ کا پیراہن آپؑ کے سامنے رکھا گیا اور آپؑ کا علم الیقین بصیرت اور رؤیت سے بدل گیا تو آپ فرماتے ہیں: ''کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک علم دیا گیا ہے۔ جو تمہیں حاصل نہیں'' (96:12)۔ آپؑ اپنے پاس رہنے والوں کو یہ بتلاتے ہیں کہ دیکھو جو بات میں تمہیں کہتا تھا وہ آخر پوری ہوئی۔ اور خدا کا کلام سچا ثابت ہوا۔ غرض قرآن شریف نے حضرت یوسفؑ کے حالات میں اپنے علیم وخبیر ہونے کا ثبوت دیا ہے اور دکھایا ہے کہ کس طرح وہ اپنے برگزیدوں پر غیب کی خبریں ظاہر کرتا ہے اور کس طرح اس کی بتائی ہوئی باتیں، جو لوگوں کی نظروں میں ان ہونی معلوم ہوتی ہیں، پوری ہو کر رہتی ہیں۔ غرض یہ علیم وخبیر اور قدیر ہونے کا ثبوت، جو سورہ یوسف میں دیا گیا ہے، کتاب پیدائش اس خصوصیت سے بالکل بے بہرہ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب پیدائش کا لکھنے والا ایک انسان تھا۔ جس نے واقعات کو صرف روایات سے اخذ کر کے جمع کر دیا اور اس کا کلام الہام الٰہی کے رنگ میں رنگین نہیں اور سورہ یوسف کا طرز بیان بتا رہا ہے کہ وہ علیم وحکیم کا کلام ہے۔

ایک اور امتیاز، جو سورہ یوسف کو حاصل ہے اور جس سے پیدائش کی کتاب محروم ہے، وہ یہ ہے کہ اس سورۃ میں حضرت یوسفؑ کو اس تہمت سے بری کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے آپ کو قید خانہ میں ڈالا گیا تھا۔ مگر پیدائش کی کہانی میں آپؑ کو اس اتہام سے بری نہیں کیا گیا جو آپؑ کے آقا کی بیوی نے آپؑ پر لگایا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ پیدائش کی کتاب میں حضرت یوسفؑ کو ایک پاک انسان ظاہر کیا گیا ہے۔ مگر اس میں کوئی ایسی بات نہیں کی گئی جس سے یہ ظاہر ہو کہ آپؑ کے ہم عصروں کی نظروں میں بھی آپؑ کا معصوم ہونا اور تہمت معلومہ سے بری ہونا ثابت ہو گیا تھا۔ وہ الزام جس پر آپؑ کو قید خانہ میں ڈالا گیا سب کو معلوم تھا۔ مگر کتاب پیدائش کی کہانی سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی موقعہ پر آپؑ نے اپنے تئیں اس الزام سے بری کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ خاموشی اختیار کی۔ جس سے شبہ کرنے والوں کو اور بھی شک کرنے کا موقع مل سکتا تھا۔ مگر یہ امر وہم میں بھی نہیں آ سکتا کہ حضرت یوسفؑ جیسا بزرگ نبی ایک نہایت ہی برے کام کے ساتھ متہم کیا جاوے اور وہ ذرا بھی اپنی بریت کے لئے کوشش نہ کرے! اس نے ضرور اس داغ کو اپنے مقدس نام سے دور کرنے کی کوشش کی ہو گی۔ چنانچہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مصر کے بادشاہ نے آپؑ کے پاس اپنا خاص قاصد اس غرض کے لئے بھیجا کہ وہ آپؑ کو قید خانہ سے نکال کر دربار شاہی میں لاوے۔ آپؑ نے پسند نہ کیا کہ اس طرح رعائیتی طور پر قید خانہ سے باہر قدم بھی رکھیں۔ چنانچہ آپؑ نے شاہی قاصد کو کہا کہ تم واپس بادشاہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ میں اس جگہ سے باہر نہیں آ سکتا جب تک کہ اس مقدمہ کی بادشاہ بہ نفس نفیس خود تحقیقات کر کے سچ اور جھوٹ کا فیصلہ نہ کرے۔ جس کی وجہ سے مجھے جیل خانہ میں بھیجا گیا تھا۔ اور جب تک تحقیقات کے بعد آپؑ کا گناہ سے بکلّی پاک ہونا ثابت نہ ہوا آپ نے قید خانہ سے قدم باہر نہ رکھا۔ (مطبوعہ در اشاعت 29 اکتوبر 1942ء)

بچوں کی تعلیم وتربیت ایک اہم فریضہ

فضل حق (اسسٹنٹ سیکرٹری II)

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں'' (التحریم:٦)

والدین کے پاس بچہ قدرت کی ایک اہم ترین امانت ہے، جس کا دل بالکل صاف شفاف اور ہر طرح کے اثرات سے خالی ہوتا ہے، وہ ہر طرح کے نقش کو قبول کرنے اور ہر طرح کی حرکات وسکنات اور عادات کو اختیار کرنے کا پورا پورا اہل ہوتا ہے۔ اگر اسے خیر و بھلائی کا عادی بنایا جائے اور بہترین تعلیم وتربیت سے ہمکنار کیا جائے تو وہ فرشتہ صفت ولی بن سکتا ہے اور اگر اسے نظر انداز کیا جائے اور جانوروں کی طرح صرف جسمانی غذا دینے پر اکتفا کیا جائے تو وہ بہیمانہ صفات کا حامل اور سماج کے لئے ناسور بن کر سامنے آتا ہے۔

اس گوہر نایاب کی تعلیم وتربیت والدین کی اہم ترین ذمہ داری ہے، جس میں کسی بھی نوع کی کوتاہی پر والدین سے باز پرس ہوگی۔ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''الرجل راع فی اھلہ و مسئول عن رعیۃ'' (متفق علیہ) آدمی اپنے اہل وعیال کا نگران ہے اور اس سے اس کے اہل وعیال کے متعلق پوچھا جائے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔''

(التحریم:٦)

حضرت علی بن ابی طالبؓ نے ''قوا انفسکم و اھلیکم'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اس کی شکل یہ ہے کہ خود بھی اور اپنے گھر والوں کو بھی نیکیاں سکھاؤ۔'' (مستدرک الحاکم 494/4)

بچوں کی اصلاح اور انہیں خیر و بھلائی کا عادی بنانے کے لئے مسلسل نگرانی اور جدوجہد کی ضرورت ہے، بچہ قرب و جوار کے ماحول سے بھی متاثر ہوتا ہے، لہذا والدین کو اس کی حرکات وسکنات پر بھرپور نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے کہ اس نے کہیں کوئی غلط عادت تو نہیں سیکھ لی ہے، جس طرح کسان اپنی فصلوں پر مسلسل نگاہ رکھتا ہے اور اس میں اُگ آنے والے خودرو پودوں اور گھاس کو نکال کر اسے صاف وشفاف رکھتا ہے۔ اپنے بچہ کو دنیا و آخرت کی سعادت سے ہمکنار کرنے کے لئے والدین کو بچہ کی جسمانی، علمی وفکری، اخلاقی و دینی، ہر پہلو سے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

علم کا حاصل کرنا ایک مقدس فریضہ ہے اور یہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے۔ علم اسلام میں ایک اہم مقام پر فائز کرتا ہے۔ ایمان پر انسان کی روحانی ترقی کی بنیاد ہے جبکہ علم پر اس کی عقلی ترقی کا انحصار ہے اس لئے اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے سب سے پہلی جو وحی آنحضرتؐ پر ہوئی اس میں انسان کو پڑھنے اور لکھنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ:''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔''
(العلق:۱)

نیز قرآن واحادیث میں کئی مقامات پر علم کی اہمیت اور فوائد کا ذکر کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں علم کے متعلق اللہ وحدہ لاشریک کے ارشادات میں سے چند درج ذیل ہیں:

ترجمہ:''وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت دی جائے تو اسے بھلائی دی گئی۔''(سورۃ البقرہ:۲۶۹)

ترجمہ:''کہہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں؟ صرف خالص عقل والے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔''(سورۃ الزمر:۹)

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ تم میں ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کردے گا اور اللہ تعالیٰ (ہر اس کام سے) جو تم کررہے ہو (خوب) خبردار ہے۔''(سورۃ المجادلہ:۱۱)

دین کا علم حاصل کرنا قرآن وسنت کی تعلیم کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنا، دین کی سمجھ حاصل کرنا، اللہ رب العزت کے ہاں انتہائی عظیم عمل ہے، قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اس عمل کی بڑی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے، اور اس کی زبردست ترغیب دی گئی ہے۔سورۃ آل عمران میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

''اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے توحید بیان کرتے ہوئے اپنے اور فرشتوں کے ساتھ علماء کا تذکرہ فرمایا ہے، اور یہ انداز علماء کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔''

(سورۃ آل عمران:18)

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اگر علماء سے بڑھ کر کوئی اور عزت و شرف والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ کرتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اور فرشتوں کے ساتھ علماء کا تذکرہ کرکے علم اور علماء کا مقام بیان کیا ہے۔

سورۃ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:''وقل رب زدنی علماً''

غور کیجئے اللہ رب العزت نے پورے قرآن میں صرف ایک چیز زیادہ مانگنے کا اپنے محبوب پیغمبر کو حکم دیا ہے اور وہ چیز علم ہے:

''وقل رب زدنی علماً''

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ علم کی بہت بڑی فضیلت کے لئے صرف یہ ایک آیت ہی کافی ہے۔سورۃ العنکبوت میں اللہ رب العزت علم اور علماء کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

ترجمہ:''بلکہ یہ (قرآن) تو روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ ہماری آیتوں کا منکر بجز ظالموں کے اور کوئی نہیں۔''(العنکبوت:۹)

اسی سورت میں ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ:''ہم یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور انہیں سوائے علم والوں کے اور کوئی نہیں سمجھتا۔''(العنکبوت:۴۳)

سورۃ فاطر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ترجمہ:''اللہ سے صرف اس کے علم والے بندے ڈرتے ہیں۔''(فاطر:۲۸)

کہ اللہ سے صرف اس کے علم والے بندے ڈرتے ہیں، دراصل جس قدر اللہ کی معرفت اور پہچان زیادہ ہو اُسی قدر اللہ کا ڈر دِل میں زیادہ ہوگا اور اللہ کی معرفت اور پہچان علم دین سے حاصل ہوتی

ہے،اس لئے فرمایا کہ علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

سورۃ الرعد میں فرمایا:

ترجمہ:''کیا وہ ایک شخص جو یہ علم رکھتا ہو کہ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے جو اُتارا گیا ہے وہ حق ہے، اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھا ہو نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہوں۔''

(الرعد:۱۹)

سورۃ المجادلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے درجات بلند کرے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا۔'' (المجادلہ:۱۱)

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور علم والوں کے درجات بلند فرماتے ہیں۔ حقیقت ہے دین کا علم دنیا و آخرت میں بلندی کا سبب ہے۔

معاویہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دین اسلام کی سمجھ بھی عطا کرتا ہے اور بلاشبہ میں علم کو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ ہی عطا کرتا ہے''۔

اور دوسری حدیث میں فرمایا:

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا:

''لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ ان میں فقاہت موجود ہو۔''

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''صرف دو انسان ہیں جن پر حسد کرنا درست ہے۔ ایک وہ انسان جس کو اللہ نے مال عطا کیا اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر مسلط کیا ہے، اور ایک وہ انسان جس کو اللہ نے شریعت کا علم عطا کیا، وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور تعلیم دیتا ہے۔''

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انسان جب فوت ہو جاتا ہے تو اس کے تین اعمال کے سوا دیگر اعمال کا ثواب منقطع ہو جاتا ہے، صدقہ جاریہ اور ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور نیک اولاد جو میت کے لئے دعا کرتی ہے۔''

اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں درس و تدریس میں منہمک رہتے ہیں تو ان پر سکینت و طمانیت کا نزول ہوتا رہتا ہے اور رحمت الٰہی ان پر سایہ فگن رہتی ہے اور فرشتے ان کا احاطہ کیئے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ اپنے پاس موجود فرشتوں میں کرتا ہے''۔ (صحیح مسلم)

کثیر بن قیسؓ کہتے ہیں کہ میں دمشق کی جامع مسجد میں ابوالدرداءؓ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، ان کے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا:

ابوالدرداء! میں تیرے پاس رسول اللہ صلعم کے شہر سے ایک حدیث کے لئے آیا ہوں میں کسی دوسرے کام سے نہیں آیا بلکہ مجھے یہ

بات پہنچی ہے کہ آپؓ اس حدیث کو رسول اللہ صلعم سے بیان کرتے ہیں ۔کہ ابوالدرداؓ نے بیان کیا میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا تھا آپ صلعم فرمارہے تھے:

''کہ جو علم طلب کرنے کی راہ پر چلا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی راہ پر چلائے گا اور فرشتے اپنے پروں کو طالب علم کی خوشنودی کے لئے بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں اور پانی کے اندر رہنے والی مچھلیاں بھی استغفار کرتی ہیں اور عالم کو عابد پر فضیلت حاصل ہے جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کو دیگر تمام ستاروں پر فضیلت ہے۔علماء انبیاءؑ کے وارث ہیں اور انبیاءؑ دینار اور درہم کا ورثہ نہیں چھوڑتے بلکہ انہوں نے علم کا ورثہ چھوڑا ہے۔پس جس شخص نے اس سے (علم) حاصل کیا اس نے وافر حصہ لیا''۔

(جامع الترمذی)

ابوامامہ باہلیؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلعم کے پاس دو انسانوں کا تذکرہ کیا گیا۔ان میں ایک عابد اور دوسرا عالم تھا۔اس پر آپؐ نے فرمایا:

عالم کی عابد پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح تم میں سے ادنیٰ درجہ کے انسان پر میری فضیلت ہے۔ بعد ازاں رسول اللہ صلعم نے فرمایا'' بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمین میں رہنے والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی (سمندر میں) بھی اس شخص کے لئے دعائیں کرتے ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے''۔(جامع الترمذی)

ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:

''مومن علم کی باتیں سننے سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔''(ترمذی)

ابن مسعودؓ نے کوفے کے منبر پر کھڑے ہوکر فرمایا:''قرآن مجید کی کوئی آیت اور سورت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ کہاں کہاں نازل ہوئی اور کس مسئلے کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کتنے بڑے عالم تھے۔لیکن مزید علم کی تڑپ دیکھیئے فرماتے ہیں:اگر مجھے پتہ چل جائے کہ کسی جگہ کوئی عالم ہے جس کے پاس کسی آیت کے متعلق وہ علم ہے جو مجھے نہیں تو اگر اُس عالم تک اونٹ پہنچا سکتے ہوں تو میں وہاں جاؤں اور وہ علم لے کر آؤں۔

حضرت سلیطؓ کو رسول اللہ صلعم نے ایک قیمتی باغ ہبہ کیا اور اس کی دیکھ بھال میں مصروف ہوگئے۔شام کے وقت جب شہر میں آتے لوگ بتلاتے کہ آج رسول اللہ صلعم نے اتنے مسئلے سمجھائے۔آج اتنے مسئلے سمجھائے۔

حضرت سلیطؓ نے جب دیکھا کہ میں تو علم سے محروم ہورہا ہوں۔رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ کے رسول صلعم! وہ باغ واپس لے لو، مجھے ایسی چیز کی ضرورت نہیں جس نے مجھے آپؐ سے اور (دین کے علم سے) دور کردیا ہے۔

جناب سفیان ثوری جو بہت بڑے تابعی محدث اور مفسر تھے۔ان کی والدہ انہیں دین پڑھنے کے لئے روانہ کرتی ہیں اور کہتی ہیں بیٹا بے فکر ہوکر دین پڑھنا۔معاش کے فکر میں نہ پڑنا۔میں چرخہ کات کے تیری ضرورتیں پوری کروں گی۔

نبی کریم صلعم نے فرمایا ''جو کوئی (دین کا) علم سیکھنے کے راستے میں نکلتا ہے جدوجہد کرتا ہے اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔' (صحیح بخاری، کتاب العلم ۱۰)

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ عورتوں نے نبی سے عرض کی کہ مرد آپؐ کے پاس پہنچنے میں ہم پر غالب رہتے ہیں تو اپنی طرف سے ہمارے لئے ایک دن مقرر کیجئے۔ تو آپؐ نے ان سے ایک دن کا وعدہ کیا جس میں آپ ان سے ملتے اور انہیں نصیحت کرتے اور انہیں احکام بتاتے۔

مرکزی انجمن نے اپنی جماعت کے بچوں، بچیوں، نوجوانوں اور مرد و خواتین کے لئے صحیح دینی تعلیم کی اہمیت اور فوائد کو اجاگر کرنے اُنہیں دین کی تعلیم کی طرف راغب کرنے اور ان میں دینی شعور کو بیدار کرنے کے مقصد کے تحت یکم جولائی تا 15 جولائی 2018ء تک تربیتی کورس کا انعقاد کیا ہے۔ جس میں تمام لوگ اپنی شرکت کو یقینی بنائیں کیونکہ علم حاصل کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے چاہے وہ خواتین ہوں یا مرد۔

ترجمہ: ''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

☆☆☆☆

فرمان مسیح موعودؑ

قرآن شریف اپنی روحانی خاصیت اور اپنی ذاتی روشنی سے اپنے سچے پیرؤں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اُن کے دل کو منور کرتا ہے اور پھر بڑے بڑے نشان دکھلا کر خدا سے ایسے تعلقات مستحکم بخش دیتا ہے کہ وہ ایسی تلوار سے بھی ٹوٹ نہیں سکتے جو ٹکڑہ ٹکڑہ کرنا چاہتی ہے۔ وہ دل کی آنکھ کھولتا ہے اور گناہ کے گندے چشمہ کو بند کرتا ہے اور خدا کے لذیذ مکالمہ مخاطبہ سے شرف بخشتا ہے اور علوم غیب عطا فرماتا ہے اور دعا قبول کرنے پر اپنے کلام سے اطلاع دیتا ہے۔ اور ہر ایک جو اس شخص سے مقابلہ کرے جو قرآن شریف کا سچا پیروَ ہے، خدا اپنے ہیبت ناک نشانوں کے ساتھ اس پر ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ اس بندہ کے ساتھ ہے جو اس کے کلام کی پیروی کرتا ہے''۔

(چشمہ معرفت)

قوم کی بقا کے لئے اپنی اولادوں کو دین کی تعلیم سے بھی آراستہ کریں

قاری ارشد محمود

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت نبوت کا اعلان کیا اُس وقت عرب تاریکی کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔کوئی ایسا گناہ نہ تھا جو کہ سرزمین مقدس پر نہ ہو رہا ہو۔انسانیت ذلت اور رسوائی کی دلدل میں دھنسی جارہی تھی۔خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے نبی کریم صلعم کو اہل عرب کی جانب سراج منیر بنا کر بھیجا۔آپؐ نے سب سے پہلے اُن کو اُن کی غلطیوں کا احساس دلایا۔ اور اس کے مدمقابل تعلیم خداوندی پیش کی اور اُن کو یہ بات سمجھائی کہ خدا تعالیٰ کی جانب سے جو تعلیم تمہیں دی جارہی ہے اس میں تمہاری اور تمہاری آئندہ آنے والی نسلوں کی بقا ہے۔اگر آج تم نے ان برائیوں کو نہ چھوڑا جن کو تم نظام حیات تصور کرتے ہو تو تم ہمیشہ کے لئے نابود ہو جاؤ گے۔آپؐ اُن کو یہ بات سمجھانے میں کامیاب ہو گئے کہ توحید الٰہی کو ماننا سربلندی ہے اور اس ذات کے ساتھ شرک کرنا گمراہی ہے۔اہل عرب جنہوں نے آپؐ کو قبول کیا انہوں نے آپ کی تعلیم کو سمجھ لیا اور اس بات پر پختہ ایمان لے آئے کہ دین اسلام کے اندر ہی ہماری بقا ہے اور انسانیت کی فلاح خدائی تعلیمات کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ابتداء میں اسلام قبول کرنے والے سوچ سمجھ کر اسلام میں داخل ہوئے اور نبی کریم صلعم نے بھی اس بات کا خود اہتمام کیا کہ صحابہؓ میں دین کی سمجھ بوجھ انتہائی اعلیٰ پائے کی ہو۔جیسے ہی آپؐ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو سب سے پہلے آپ نے مسجد نبویؐ کی تعمیر کی۔اُس کے ساتھ ہی ایک مدرسہ قائم کیا جس میں لوگ دور دراز سے آکر دین اسلام کی تعلیم حاصل کرتے اور اپنے علاقوں میں جا کر لوگوں کو سکھاتے۔جیسے جیسے اسلام کی شان و شوکت بڑھنے لگی تو لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے۔ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو صرف اسلام کی شان و شوکت سے مرغوب ہو کر اس دین میں داخل ہوئے تھے مگر تعلیم اسلام سے وہ واقفیت نہ رکھتے تھے جو اولین صحابہ کرامؓ کو تھی۔

نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد بہت سارے لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔کیونکہ انہوں نے اسلام کی تعلیم کو سمجھا نہ تھا۔اسلام کے اوپر تھوڑا سا مشکل وقت آیا تو ساتھ چھوڑ گئے یہ لوگ جوش سے دین اسلام میں داخل ہوئے تھے لیکن انہیں دین کی سوجھ بوجھ نہ تھی۔مسلمانوں کا زوال اور تنزلی اسی وقت شروع ہوئی جب انہوں نے اللہ کی نازل کردہ ہدایت کی تعلیم سے منہ موڑا اور اولادوں کو اس سے محروم رکھا۔

اگر آپ اپنے دین کی بقا چاہتے ہو تو اس کو خود بھی سمجھو اور اپنی اولاد کو بھی سمجھاؤ لیکن بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ ہم وہ دین جو دنیا کا سب سے بہترین دین ہے جس کے غالب آنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے جس پر عمل کرنے سے اصحاب رسولؐ دنیا کے عظیم لیڈر بنے۔آج ہم اُس دین کو اپنی اولادوں تک پہنچانے میں ناکام ہو رہے ہیں۔دنیاوی تعلیم کی جانب بہت زیادہ توجہ ہے اور ہر کوئی اس کوشش میں ہے کہ اپنی اولاد کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلا دے تا کہ ہماری اولاد ایک کامیاب زندگی بسر کرے مالی طور پر کسی کی محتاج نہ ہو اور ہم اپنے اس ارادے میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو جاتے ہیں مگر یہی ہمارے بنیادی لحاظ سے کامیاب ہونے والے بچے دین اسلام سے بہت دُور ہو جاتے ہیں۔اور دن بدن ہماری آنے والی نسل بے راہ روی کا شکار ہوتی جارہی ہے۔ہمیں اس پر بہت محنت کرنی ہوگی اور اس بات کو سنجیدگی سے

لینا ہوگا اور اپنی آئندہ نسل کو بچانے کے لئے مسلسل کوشش کرنی ہوگی۔ اس کے لئے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ ہمیں اپنے بچوں کے تعلیمی نظام پر غور و خوض کرنا ہوگا۔ بچپن سے ہی بچوں کو دین کی طرف راغب کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بچوں کو اپنی محفل میں جگہ دیتے۔ آپؐ کے نواسے جو سیدہ فاطمہؓ کے بیٹے تھے۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ہمیشہ مسجد میں آپؐ کے ساتھ ہوتے اور یہی بچے مستقبل میں اپنے وقت کے امام کہلوائے۔ کیونکہ سیدہ فاطمہؓ کی اپنی تربیت بھی نبی کریم صلعم کے ہاتھوں دینی ماحول میں ہوئی۔ سیدہ فاطمہؓ جس قدر دین اسلام کو سمجھتی تھیں اُسی طرح انہوں نے اپنے بیٹوں کی تربیت کی۔

آج ہمیں بھی اپنی اولاد کو دینی ماحول دینا ہوگا اور ہماری جماعت کے لئے تو بہت ہی ضروری ہے کہ ہمارا ہر بچہ اٹھنے والے اعتراض کے جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

سالانہ تربیتی کورس اس کام کے لئے نہایت مفید ہے۔ سالانہ تربیتی کورس میں بچے قرآن وحدیث پڑھنے کے ساتھ ساتھ عملی طور پر بھی بہت کچھ سیکھ لیتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بزرگان دین کے حالات سے بھی باخبر ہوجاتے ہیں۔ لہذا ہمیں اس تربیتی کورس سے استفادہ حاصل کرنا چاہیے اور اپنے بچوں کو کورس میں ضرور شریک کرانا چاہیے۔

میری تمام احباب سے گذارش ہے کہ اپنی قومی زندگی کے لئے اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے بھی کوشش کریں۔ ان کے وقت کا ایک حصہ دین کے لئے بھی خرچ کریں۔

☆☆☆☆

فرمان مسیح موعودؑ

’’سوتم اُس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہوکر چھوٹوں پر رحم کرو، نہ اُن کی تحقیر۔ اور عالم ہوکر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خودنمائی سے اُن کی تذلیل۔ اور امیر ہوکر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خود پسندی سے اُن پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔۔۔۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہوجاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔‘‘ (کشتی نوح)

سورۃ الکوثر کی پیشگوئیاں

عالیہ ابرار

ترجمہ: ''اللہ بے انتہاء رحم والے بار بار رحم کرنے والے نام سے۔
ہم نے تجھ کو کوثر دی ہے۔ سوتو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر جو تیرا دشمن ہے، اس کا نام لیوا کوئی نہ رہے گا۔''

نزول کے بعد اس سورۃ کو خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا تا کہ اس کے مقابل کلام پیش کیا جائے۔ مشرکین مقابلے کے لئے مشہور و معروف شاعر نبیل کو ڈھونڈ لائے۔ وہ آئے سورۃ کو پڑھا اور یہ کہہ کر چلے گئے:

ماھذا قول البشر

اس سورۃ پر مولانا محمد علیؒ نے تین لیکچر Serial میں دیئے ہیں جو ''نماز اور ترقی کی تین راہیں'' اس عنوان سے شائع ہوئی کتاب کی شکل میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر بشارت احمدؒ نے ''انوار القرآن'' میں اُس کی تفصیل بیان فرمائی ہے اور سورۃ الکوثر پر محترم عبدالرحمٰن مصریؒ صاحب نے ایک پمفلٹ تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگوں کے درجات بلند فرمائے جن کے علم سے ہم آج بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

بنیادی طور پر اس سورۃ میں دو پیشگوئیاں بیان کی گئی ہیں۔ لیکن اس سے پہلے یہ بھی خیال رکھیں کہ یہ سورۃ بحوالہ بیان القرآن مکی زمانے کی ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب آپؐ انتہائی مشکل حالات سے دوچار ہیں۔ چند مسلمان بالکل بے بس اور بے کس نظر آتے ہیں۔ جبکہ کفار مشرکین مکہ بہت طاقتور ہیں۔ ایسے میں یہ پیشگوئیاں عالم الغیب بااختیار رب العالمین کی طرف سے ہی ہو سکتی ہیں۔

پہلی پیشگوئی: انا اعطینک الکوثر

''بے شک ہم نے آپؐ کو خیر کثیر عطا کی''

خیر کوثر۔ کوثر ہر چیز کی کثرت کو کہا جاتا ہے۔ لغت میں اس کے معنی خیر عظیم بھی لکھے ہوئے ہیں یعنی انتہائی نکتہ تک پہنچی ہوئی خیر، بھلائی جس سے زیادہ خیر یا بھلائی ہو ہی نہیں سکتی۔ اس طرح سے یہ پیشگوئی ہوئی کہ آپ کو ہر طرح کی بھلائی ملے گی۔

دوسری پیشگوئی یہ ہے کہ آپؐ سے دشمنی رکھنے والا ہر شخص ہمیشہ خدائی رحمت سے محروم رہے گا۔ اب اس کی تفصیل دیکھتے ہیں کہ آپؐ کو کس طرح خیر کثیر بھلائی عطا ہوئی۔

(۱): سورۃ الکوثر میں پہلی نعمت یا فضل الٰہی یہ بیان ہوا کہ آپؐ کو ایک معزز گھرانے میں پیدا کیا گیا جس کا اقرار ابوسفیان نے بادشاہ کے دربار میں بھی کیا کہ آپؐ کا تعلق نہایت ہی شریف اور معزز گھرانے سے ہے۔

(۲): دوسری نعمت کا حوالہ قرآن کریم میں یوں آتا ہے:

الم یجدک یتیما فاوی

''کیا تیرے رب نے تجھے یتیم نہیں پایا سو پناہ دی''

پیدا ہی یتیم ہوئے۔ والدہ بھی چھ سال کی عمر میں فوت ہوگئیں۔ دادا بھی آٹھ سال میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ نہ کوئی بہن نہ بھائی۔ اللہ تعالیٰ نے کیسے شفقت سے آپؐ کی پرورش کی۔ ہر عیب سے پاک ہر الزام سے پاک ہر برائی سے پاک۔

(۳): تیسری نعمت

ووجدک ضآ لا فھدی ''اور تجھے طالب پایا تو راستہ دکھایا''

آپ کے دل کی تڑپ تھی غار حرا میں آپؐ کا قیام، عبادات اور پھر آپؐ کا اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنا۔

(۴): نعماء الکوثر کا چوتھا جز واللہ کا آپؐ کو اپنے وصال یا ملاقات کی جستجو

میں لگا دیتا تھا اور آپ ؐ کو اپنا عاشق راز بنا کر حق اور صداقت کی محبت کو آپ ؐ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر دیتا تھا۔ اہل مکہ کے قلوب نے آپ ؐ کی خوبیوں کو اس حد تک محسوس کرنا شروع کر دیا کہ انہوں نے اگر ایک طرف آپ ؐ کا نام صادق اور امین رکھ دیا تو دوسری طرف آپ ؐ کو ہر وقت یادِ الٰہی میں مصروف دیکھنے کی وجہ سے یہ کہنا شروع کر دیا۔

عشق محمد ربہ ''محمدؐ تو اپنے رب پر عاشق ہوئے ہیں''

(۵): پانچویں نعمت۔ سینے کا کھل جانا۔ کسی بات کی clearity ہو کتنی بڑی نعمت ہے۔ نبیوں کا بھی دُعا کرنا

رب الشرح لی صدری

لیکن آپ ؐ کو کیسی خیر ملی، کیا نعمت عطا ہوئی؟

الم نشرح لک صدرک

''کیا ہم نے تیرے لئے تیرا سینہ نہیں کھول دیا''

جب تک کسی مشن یا کسی چیز کے متعلق شرح صدر نہ ہو اس کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی انسان پوری کوشش نہیں کر سکتا۔ ہر کام میں آسانی شرحِ صدر کی وجہ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔

(۶): چھٹی نعمت۔ جس کا کوثر کے تحت ذکر آتا ہے۔ یقینِ کامل ہے

قل هذه سبیلی ادعو الی الله علی بصیرة

''کہہ دو کہ یہی میرا راستہ ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتا رہوں گا'' (سورۃ یوسف:108)

یہ دعوت بصیرت کی وجہ سے ہے اور بصیرت یقین کامل سے بڑھ کر ہے۔

(۷): الکوثر کے تحت ساتویں نعمت استقامت کی ہے کیونکہ استقامت کے بغیر تبلیغ کا فریضہ کماحقہ ادا نہیں ہو سکتا۔ پس فرمایا:

فاستقم کما اُمرت ''قائم ہو جاؤ جیسا کہ حکم دیا گیا ہے''

(۸): کتنی بڑی یہ نعمت ہے کہ ہمدردی مخلوق انسان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہو تو آپ ؐ کو دیکھیں سراپا ہمدردی جس کا ذکر قرآن ان الفاظ میں کرتا ہے۔

فلعلک باخع نفسک علی اثار هم ان لم یومنوا بهذا الحدیث اسفا

''تو کیا تو اپنی جان اُن کے پیچھے غم سے ہلاک کر دے گا۔''

(سورۃ الکھف :6)

یہ بات قرآن میں دو دفعہ بیان ہوئی ہے۔

(۹): نعماء الکوثر میں سے نویں نعمت آپ ؐ کا اپنا عملی نمونہ ہے جس کے متعلق قرآن میں ارشاد ہوا:

لقد کان لکم فی رسول الله اسوة الحسنة

(۱۰): قرآن کی علم و حکمت اور قوتِ قدسی کا عطا ہونا الکوثر کے تحت دسویں نعمت ہے۔ جو آپ ؐ کو دی گئی۔ یہ ذرا غور فرمائیں کہ کوثر کی بھلائیوں میں سے کتنی بڑی بھلائی یہ ہے کہ نہ صرف جانثار بلکہ ذکرِ الٰہی میں مشغول مومنین کی جماعت کا ملنا۔ یہ جماعت آپ ؐ سے پہلے کسی بھی نبی کو نہ ملی تھی۔ آپ ؐ کی نبوت کا فیض قیامت تک جاری رہے گا۔ اور آخری زمانہ میں ایک جماعت آپ ؐ کی پیروی ایسی کرے گی کہ آپ ؐ کے دور کی یاد تازہ ہو جائے گی۔

واخرین منهم لما یلحقو بهم وهوا لعزیز الحکیم

ترجمہ: ''اور ان میں سے اوروں کو بھی۔ جو ابھی ان کو نہیں ملے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

ہر دور میں آنحضرت ؐ کے خلیفہ یعنی نائبین آتے رہیں گے۔ الکوثر کے ایک معنی یہ بھی ہوئے کہ تمام اولیاء اور مجددین کے علاوہ امت میں خاص ولی اور مجدد کبھی پیدا ہوتا ہے۔ جس کے وجود کے ذریعہ حضرت نبی کریم صلعم کی خیر کثیر دنیا میں پھیلے گی۔ اس خاص امتی کو قرآن میں اجمالاً اور احادیث میں تفسیلاً مسیح اور مہدی کے نام سے پکارا گیا ہے۔ غلام احمد صاحب قادیانیؒ نے مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۸۹۶ء میں جلسہ مذاہب عالم کے موقع پر تمام ادیان پر اسلام کی برتری ثابت کر دی۔ جسے دوست دشمن سب نے تسلیم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے الکوثر کی نعمت عطا کرنے کے ساتھ یہ ہدایت کی ہے کہ اتنی بڑی نعمت پر شکر گزار ہونا لازمی ہے۔ اس لئے ہر انسان پر ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنا اور اپنی پیاری اور قیمتی چیزوں کی خدا کی راہ میں قربانی دینا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں سرگرمیاں

رپورٹ ماہِ مئی 2018ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام، برلین مسجد)

سکول کا دورہ برلن مسجد

3 مئی۔ کوپینٹن کوفر ایلینٹری سکول کے طلباء نے برلن مسجد کا دورہ کیا۔ طلباء کو مسجد کے بارے میں مفصل آگاہ کیا گیا۔ پریذنٹیشن کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ ہوا۔ حسب روایت اسکول کی لائبریری کے لئے قرآن مجید کا نسخہ پیش کیا گیا۔

کتاب کی افتتاحی تقریب

6 مئی کے روز برلن مسجد میں ایک مصنف کی کتاب کی تعارفی تقریب منعقد کی گئی۔ مصنف کتاب جناب رونن سٹیکے نے مسجد میں اپنی کتاب کا تعارف کروایا۔ خاکسار کی طرف سے حاضرین کو مسجد کے بارے میں ایک جامع پریذنٹیشن دی گئی۔ بعدازاں مصنف اور حاضرین کی جانب سے ادارے کی اس کاوش پر بھرپور شکریہ ادا کیا گیا۔

DSD کے افسران سے ملاقات

DSD کے افسران کے ساتھ 8 مئی کو ایک ملاقات رکھی گئی جس میں مسجد کی تعمیر کے تیسرے مرحلے کے حوالے سے بات کی گئی۔ محکمہ آثار قدیمہ برلن کے عہدہ داران بھی اس میٹنگ میں شریک ہوئے اور مسجد کی تزئین و آرائش پر مفصل گفتگو کی۔ DSD اس سے قبل بھی مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر و مرمت کے لئے پچاس ہزار یورو کا عطیہ عنایت کر چکی ہے اور اب بھی اٹھائیس ہزار یورو دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جماعت اس ادارے کی تہہ دل سے شکر گزار ہے کہ انہوں نے 2 مرتبہ مسجد کی تعمیر و مرمت میں خطیر رقم عنایت کی۔

بزمِ ادب برلن پروگرام میں شرکت

7 مئی کو بزمِ ادب برلن تنظیم نے ہندوستان سے تعلق رکھنے والے محترم پروفیسر اکرام صاحب کے اعزاز میں ایک پروگرام منعقد کیا جس میں جرمنی، انگلینڈ اور سویڈن سے متعدد ادیبوں اور شعراء نے شرکت کی۔ خاکسار نے پروگرام میں اپنی نظم پڑھی اور بعدازاں گفتگو میں بھی شمولیت اختیار کی۔

یورپین امن کانفرنس میں شرکت

12 مئی کو HWPL تنظیم کی جانب سے فرینکفرٹ میں آل یورپین امن کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ خاکسار کو اس میں اسلام کی نمائندگی کا موقع ملا۔ خاکسار کے سفری اخراجات ادارے کی جانب سے ادا کیے گئے۔ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے نمائندگان بھی اس امن کانفرنس میں شریک ہوئے۔ مہمان خصوصی چیئرمین HWPL جناب مان ہیلی جن کا تعلق کوریا سے تھا نے اپنے خطاب میں شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔ محترمہ سمیرا سلیم صاحبہ کی پروگرام میں شمولیت خاکسار کے لئے باعث افتخار تھی۔ مہمان خصوصی کو جماعتِ احمدیہ لاہور کی جانب سے قرآن مجید کا تحفہ بھی پیش کیا گیا۔

رومن کیتھولک اکیڈمی کے پروگرام میں شمولیت

14 مئی کو لاہور کے ایک مشہور و معروف سکالر پروفیسر چغتائی صاحب کے اعزاز میں رومن کیتھولک اکیڈمی کی جانب سے ایک عدد لیکچر کا اہتمام کیا

گیا۔ پروفیسر چغتائی پنجاب یونیورسٹی لاہور میں انسائیکلو پیڈیا سیکشن میں مصروف عمل ہیں۔ وہ متعدد کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔

ممبر پارلیمنٹ کا پروگرام

برلن پارلیمنٹ کے ممبر جناب گروہلر نے 15 مئی کو ایک جلسہ کا اہتمام کیا۔ اس میں مقامی مذہبی، سیاسی اور دیگر اہم شخصیات نے شرکت کی۔ خاکسار نے وہاں مسجد کے متعلق آگاہی دی۔ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد نے بھی پروگرام میں شرکت کی۔

بزرگوں کے آشیانہ کا دورہ

23 مئی کو خاکسار کو بزرگوں کے آشیانہ کا دورہ کرنے کی دعوت دی گئی۔ مجھے بلانے کا مقصد ایک مسلمان بزرگ سے ملاقات کرانی تھی کہ جو قرآن مجید کی قرآت کسی امام سے سننا چاہتے تھے۔ خاکسار نے اپنے قیام کے دوران اُن سے گفتگو کی اور اپنی تلاوت قرآن پاک سنائی۔ بعد ازاں انہیں قرآن پاک کا نسخہ بھی تحفتاً دیا۔ ادارہ نے انتہائی شکر گزاری کا اظہار کیا اور مستقبل میں تعاون کے لئے درخواست کی۔

برلن مسجد میں ایک عدد ورکشاپ کا اہتمام

26 مئی کو زنٹرم ادارہ کی جانب سے برلن مسجد میں ڈی منشیاء (بھولنے کی بیماری) کے بارے میں ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ اس ادارہ نے تین مرتبہ ورکشاپ مسجد میں منعقد کی اور مسجد کی مرمت کے لئے 200 یورو کا چندہ دیا۔ جزاک اللہ

سکول کا دورہ برلن مسجد

28 مئی کو پرائمری سکول کے طلباء نے اپنے اساتذہ کے ساتھ سکول کا دورہ کیا۔ طلباء کو مسجد برلن کی تاریخ اور اسلام کے بنیادی عقائد کے متعلق آگاہی دی گئی اور سوال و جواب کا سلسلہ بھی رکھا گیا۔ اساتذہ کو اسکول لائبریری کے لئے قرآن مجید کا نسخہ پیش کیا گیا۔

برلن مسجد کو متعارف کرانے کی محفل

28 مئی کی شام، آرکیٹیکٹ تنظیم برلن کی جانب سے برلن مسجد کی تعمیر سازی اور کردار پر ایک محفل منعقد کی گئی۔ جس کی صدارت محترم مارکوس نے کی۔ محترم مارکوس مسجد کی تزئین و آرائش کے موجودہ مرحلہ کے آرکیٹیکٹ ہیں انہوں نے برلن مسجد کے کردار کو سراہا اور اسے بالخصوص جرمنی میں امن و سلامتی کا پیکر قرار دیا۔ انہوں نے برلن مسجد کے بانی مولانا صدرالدینؒ کی کاوشوں کو بھی سراہا۔ یہ ایک تاریخی محفل تھی جو ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔

تراویح نماز

ماہِ رمضان میں نماز تراویح باقاعدگی سے ادا کی جاتی رہی۔ جس میں اللہ کے فضل و کرم سے قرآن مجید کی مکمل تلاوت کی گئی۔

☆☆☆☆

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں گذارش

احباب و خواتین جماعت سے درخواست ہے کہ موجودہ حالات و مسائل کے پیش نظر مضامین لکھ کر ارسال فرمائیں۔ یہ آپ کا اخبار ہے۔ اسے زیادہ سے زیادہ متنوع بنانے کے لئے تعاون کی ضرورت ہے۔

پیغام صلح کے معیار کو بلند رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن آپ کے تعاون کے بغیر اس کے معیار کو مزید بلند کرنا ممکن نہیں۔ اپنے قیمتی مضامین ایڈیٹر پیغام صلح کے نام ارسال فرمائیں۔

ایڈیٹر پیغام صلح

اپیل و دُعا

از کتابچہ ''دورِ حاضر میں نظام مصطفیٰؐ کا نفاذ'' میاں رحیم بخش صاحب کراچی

بارالٰہ ہم چند نفوس ممبران جماعت احمدیہ اشاعت اسلام لاہور تیری بارگاہِ عالی میں دست بستہ حاضر ہوتے ہیں اور صدق دل سے تیرے حضور ایک عرضداشت پیش کرتے ہیں یہ عرضداشت ایک اپیل اور دُعا کی صورت میں کچھ اس طرح دل سے نکلتی ہے کہ:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اے رب الوراء! ہم ایک چھوٹی سی جماعت ہیں جو تعداد میں بہت قلیل ہیں دنیا کی نظر میں ہم بالکل ہیچ ہیں اور ہماری کوئی وقعت نہیں مگر تیرے فضل وکرم سے ہمارے دل حق وصداقت اور ایمان کی نعمت عظمیٰ سے معمور ہیں جو مسلمان کے لئے ایک گراں بہا متاعِ عزیز ہے۔

اے رب العلمین! تو عالم الغیب والشہادت ہے اور تو ہر انسان کے ظاہر و باطن کا علم رکھتا ہے تو جانتا ہے کہ ہم تیرے نبی کریم سرورِ دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمتِ مسلمہ میں شامل ہیں اور ہم تجھے حاضر و ناظر جان کر یہ حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ:

ہم کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں ۔ ہم تمام ارکان دین اسلام کو مانتے ہیں جن کو قبول کرنا ہر مسلمان کے لئے لازم ہے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ملائکہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور تمام انبیائے کرام جو آں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ہر زمانہ اور ہر قوم میں مبعوث ہوئے پر ہمارا ایمان ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور خاتم الرسل ہیں اور ہر مدعی نبوت بعد از جناب خاتم الرسل پر لعنت بھیجتے ہیں۔

اے خداوند علیم وقدیر! باوجود ان تمام عقائد دین اسلام کو قبول کرنے اور ان پر ایمان لانے کے ہمیں غیر مسلم قرار دیا گیا ہے اور اُمت مسلمہ سے خارج کردیا گیا۔ کیوں؟ اس وجہ سے کہ ہم نے تیرے مامور امام زماں ومجدد دوران کو پہچانا اور اس کو قبول کیا اور اس کی آواز پر لبیک کہا۔ اس نے تمام عالم اسلام کو بلایا کہ وہ خدمت دین اور اعلائے کلمۃ اللہ میں اس کا ساتھ دیں اور اس سے وابستہ ہو کر ایمان کی تازگی اور معرفت الٰہی حاصل کریں اور جو مشن اس کے سپرد ہوا اس میں اس کے معاون ہوں اس نے قرآن کی حاکمیت اور نظام مصطفیٰؐ کے نفاذ کی دعوت دی اس نے دین اسلام کی صداقت اور حقانیت اور قرآنی معارف سے دنیا کو روشن کیا اس نے اسلام کا چہرہ روشن کیا اور اس کی ضیا پاشیوں سے تمام دنیا کو منور کرنے کا عزم کیا۔ اس نے دشمنان دین متین اور اس کے مخالفین اور معترضین کو دلائل بیّنہ اور براہین قاطعہ سے ایسا زیر کیا کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ اُٹھے اور بموجب ارشاد قرآنی لیظہرہ علی الدین کلہ تمام دوسرے ادیان کے مقابلہ میں دین اسلام کی بالا دستی اور اس کی صداقت کا سکہ بٹھایا۔ دنیا ایمان باللہ سے عاری ہو چکی تھی۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ندائے ایمان کو پھر بلند کیا جسے ہم نے سنا اور قبول کیا۔

اے ہمارے رب! دنیائے اسلام نے تیرے اس مامور کی نداء ایمان کو ٹھکرا دیا اور اس کو ماننے سے انکار کیا اور اس کے ساتھ ایسا ظلم وستم روا رکھا کہ الامان۔ ہم ان توہین آمیز القابات اور بہتان تراشی کے کلمات کو زبان پر لانے سے لرزتے ہیں اور ان کو سننے سے ہمارے دل کانپ جاتے ہیں اس پر کیسے کیسے بہتان تراشے گئے اور اس کو کیسے کیسے زندیقانہ کلمات سے پکارا گیا کہ العیاذ باللہ اس پر کفر کے فتوے لگائے گئے اسے مفتری کہا گیا کہ وہ خدا سے ہم کلامی کا دعویٰ کر

کے مدعی نبوت ہے۔ کسی نے اسے کذّاب بلکہ مسیلمہ کذاب کا خطاب دیا لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ کسی نے اسے مُرتد اور واجب القتل قرار دیا غرض بہتانوں کا ایک طومار اس پر باندھا گیا، مگر وہ اولوالعزمی سے مردانہ وار اپنے فرض منصبی پر قائم رہا۔ مسلمان قوم نے اس کے صحیح مقام اور منصب عالیہ کو اب تک نہیں سمجھا۔

اے خداوند باری تعالیٰ! تو جانتا ہے تیرا مامور سچا تھا وہ صادق اور امین تھا اور تجدید دین اور احیاء اسلام کا کام جو اس کے سپرد کیا گیا اسے نہایت خوبی سے سرانجام دیا۔

اے علام الغیوب! تو دل کی گہرائیوں کا علم رکھتا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ خود کو سرورِ کونین سید الانبیاء خاتم الرسل محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ غلام کہتا رہا اس نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اس نے ہر مدعی نبوت بعد از رسالتماب علیہ الصلوٰۃ پر لعنت بھیجی۔

آہ! یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ایک طرف تو تیرے مامور کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا اور دوسری طرف اس کے پیروؤں پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے گئے ان کا ناحق خون بہایا گیا اور ان کے اموال پر لوٹ مار کو جائز قرار دیا گیا۔

اے احکم الحاکمین! اس ظلم کی داستان بڑی طویل ہے جس کا تجھے بخوبی علم ہے تُو یہ بھی جانتا ہے کہ دنیا میں ہمارے حق وانصاف کے سب دروازے بند ہیں۔ ہماری اپیل کو کوئی دنیاوی عدالت سننے والی نہیں اور دنیا میں ہمارے دادرسی کرنے والا کوئی نہیں۔ اس بے چارگی، بے کسی اور مظلومیت کی حالت میں ہمارے پاس سوائے تیری عدالت عالیہ کو کھٹکھٹانے کے اور کوئی چارہ کار نہیں۔ تیرا آستانہ ہی حق وانصاف کا سرچشمہ ہے اس لئے ہم اپنی اپیل تیری بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ ہماری آنکھیں اشکبار ہیں اور ہم چشم پرنم سے اپنے دُکھ درد کی دادرسی کے خواہاں ہیں۔ ہماری دُعا، ہماری گریہ وزاری، ہمارے درد انگیز نالے تو ہی سن سکتا ہے۔ ہم اضطراری حالت میں تیری جناب میں دُعا گو ہیں جس کے بارے میں تیرا وعدہ ہے ومن یجب المضطر اذا دعان ہم اپیل کا فیصلہ تیری بارگاہِ عالی مقام سے حق وانصاف کے ساتھ سننا چاہتے ہیں۔

اے رب العالمین اے احکم الحاکمین! ہم سمجھتے ہیں ہماری اپیل کی سماعت ہوئی اور تو نے اپنا فیصلہ ہمارے حق میں صادر فرمایا۔ جس طرح تجھے ان آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا لیکن تجھے تیرے نشانوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اس طرح تیرا فیصلہ ان کانوں سے سنائی نہیں دیتا مگر اس کے نشانات ظاہر ہو چکے ہیں تو نے اس فیصلہ سے قوم کو موردِ عتاب قرار دیا اور اس سیاسی بحران سے اپنے غضب کا اظہار کیا تیرا وہ نشان بھی ظاہر ہو چکا کہ انی مھین من اراد اھانتک یعنی تیرے مامور کی جو اہانت کرے گا اس پر وہی اہانت لوٹ کر پڑے گی۔

اے ارحم الرحمین! ہم دیکھتے ہیں کہ یہ قوم اپنی بداعمالیوں اور بدعنوانیوں اور اپنی کج روی کے محاسبہ پر موردِ عذاب بن چکی ہے ہمارے لئے اب بھی وقت دعا ہے۔ اے خاصاء خاصانِ رسلؑ تیری اُمت پہ عجب وقت آن پڑا ہے یا ارحم الراحمین! یہ امتِ مسلمہ تیرے محبوب رسول کی اُمت ہے اور تیرے پیارے نبیؐ کے نام پر فدا ہونے والی ہے اور تیرے دین کی متوالی ہے مگر وہ اعمال صالحہ اور اسوۂ حسنہ کی تقلید سے عاری ہے مگر تو اپنے محبوبؐ کی شفاعت اور اس کے وسیلہ سے ان پر رجوع برحمت کر بار الہ تیری رحمت تیرے منصب پر غالب ہے اس قوم کے قدم ہلاکت کی طرف جارہے ہیں اور اب یہ تباہی کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ گئی ہے اور قریب ہے کہ اس میں گر کر بھسم ہو جائے۔ اے خدا غفور ورحیم تو اپنی مغفرت اور رحمت سے اس کو بچا جس طرح پہلے بھی ہو چکا ہے۔۔۔ تو قادرِ مطلق ہے اور علی کل شی قدیر ہے تو دلوں کا مالک ہے اور ان کو پھیرنے والا ہے۔ ہم دست بدعا ہیں کہ تو ان کو حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرما۔ تو ان کو بصیرت ایمان عطا فرما کہ تیرے مامور کو پہچانیں اور جو غفلت، تعصب اور منافرت کے پردے حائل ہیں ان کو دُور فرما تو ان کے دلوں سے سب کدورتیں رفع فرما اور ان کو راہ راست پر گامزن فرما۔ یہ قوم تیرے مامور کے انکار کی اتنی مستلزم قرار نہیں دی جاسکتی جتنا کہ اس کے رہنمایان سیاست ودین جو اپنی اغراض حصولِ اقتدار کی خاطر ان کو آلہ کار بناتے ہیں۔ اس قوم کے عوام بذاتِ خود نیک دل اور دین کے شیدائی ہیں لیکن ان کو بہکانے اور بھڑکانے کی ذمہ داری ان قائدین پر پڑتی ہے جو ان کو بے راہ روی اور بدعنوانیوں کا راستہ دکھاتے ہیں جس کی وجہ سے یہ قوم رسوائے زمانہ ہو چکی ہے۔۔۔ (نظام مصطفیٰ کا نفاذ۔ صفحہ 56 تا 60)

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ، 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

احمدی نوجوانوں سے

از: اعظم علوی

یہ سچ ہے باغِ عالم میں بہارِ جاوداں تم ہو گلِ اسلام کی رنگینیوں کے پاسباں تم ہو
کلام پاک یزداں کے حقیقی ترجماں تم ہو جہاں میں پیکر اسلام کی تاب و تواں تم ہو
جہانِ آرزو کے جسم و جاں روحِ رواں تم ہو

تمہاری سمت اٹھی ہیں نگاہیں اک زمانے کی تمہی وہ شاخ ہو بنیاد ہے جو آشیانے کی
اُٹھو کچھ فکر کر لو اپنے آب و دانے کی گھڑی پھر آن پہنچی ہے تمہارے آزمانے کی
اُٹھو تیار ہو باندھو کمر گر نوجواں تم ہو

اُفق کو چیر کر نکلے تھے تم مہرِ مبیں بن کر شفق کے خون میں تیرے تھے تم درِ ثمیں بن کر
بھلا یہ پردہ داری کب روا ہے دلنشیں بن کر تمہیں عالم کی نظریں ڈھونڈتی ہیں خوردبیں بن کر
فلاح وفوزِ ایماں جس میں ہے وہ داستاں تم ہو

تباہی پھر سے ہے گھیرے ہوئے اقوامِ عالم کو ہلاکت یک بیک چونکا رہی ہے ابن آدم کو
خداوندان یورپ بھول بیٹھے اپنے دم خم کو ہیں گر د کارواں میں ڈھونڈتے زخموں کے مرہم کو
تسلی دو انہیں اٹھ کر کہ میرِ کارواں تم ہو

جہالت ڈھونڈتی پھرتی ہے اب تصویر خالق کی رضا جو ہوگئی مادہ پرستی آج رازق کی
وراثت میں تمہیں آئی ہے وہ میراث سابق کی حکایت ہے سکوتِ شام میں جو صبحِ صادق کی
اُٹھا کر پردہ دکھلا دو کہ نورِ کن فکاں تم ہو

تعجب ہے کہ ایسے وقت میں تم پر ہو خاموشی کرو کچھ ہوش کی باتیں نہیں اچھی یہ مدہوشی
سکھاؤ بزمِ عالم کو نئے انداز مے نوشی جہاں میں کچھ نہیں جز جاں فروشی و جہاں کوشی
عمل سے دو ثبوت اس مصلحت کے رازداں تم ہو

21 دسمبر 1949ء